

۹۷۱۵
۱۷۰۹۷۹

تعمیر حیات

پندرہ روزہ ع

زندگی کے لئے سب سے بڑا خطرہ

”زندگی کے لئے سب سے بڑا خطرہ یہ ہے کہ زندگی کی چول اپنی جگہ سے ہٹ جائے، انسان اپنے مقام اور ہر ذریعے مقصد زندگی سے غافل ہو جائے، وہ اپنے کو ایک بھیڑیا سمجھنے لگے یا سانپ واثر دبا، انسان جب ان آفتوں و محملوں پر غفلت کرے تو زندگی دریا، آگ کا دریا بن جاتا ہے، پھر انسان، انسان کو کھانے لگتا ہے، پھر سانپوں، بچھوؤں، بھیڑیوں اور چیتوں کی صورت میں انسان سب سے بڑا بھیڑیا بن جاتا ہے، جس کے سامنے بھیڑیے کان پکڑیں، وہ ایسا شیطان بن جاتا ہے، جس کے سامنے شیطان ناک رگڑے، اس وقت انسان اپنی لگائی ہوئی آگ میں خود سلگتے اور جلتے ہیں، باہر کی کسی آگ کی ضرورت نہیں۔“

Rs.10/-

خطبات مفکر اسلام
(حضرت مولانا سید ابوالحسن علی Nadwi)

۱۷ نومبر ۲۰۰۷ء

۹۷۰۵
۱۶۰۹۷۹

تعمیر حیات

جلد نمبر ۲۵ شماره نمبر ۱۱

۱۰ نومبر ۲۰۰۶ء مطابق ۲۸ رشتوال ۱۴۲۸ھ

زیر سرپرستی

حضرت مولانا سید محمد راج حسنی ندوی

(ناظم ندوۃ احلسلام لکھنؤ)

پروفیسر وحی احمد صدیقی

(معتدال ندوۃ احلسلام لکھنؤ)

زیر نگرانی

مولانا شمس محمد حسنی ندوی

(ناظر عام ندوۃ احلسلام لکھنؤ)

مدیر عام

مولانا شمس الحق ندوی

مولانا نادر الحق ندوی

محمود حسن حسنی ندوی

مجلس مشاورت

• مولانا عبداللہ حسنی ندوی • مولانا محمد خالد ندوی غازی پوری

• امین الدین شجاع الدین

سالانہ زر تعاون ۲۰۰۶ فی شماره ۱۰

ایشیائی، یورپی، افریقی و امریکی ممالک کے لئے۔ ۳۰ ڈالر

ذراقت نظر تعمیر حیات کے نام سے تیس اور دفتر تعمیر حیات ندوۃ احلسلام لکھنؤ کے پتہ پر روانہ کریں، ہر ایک سے بھیجی جائے والی رقم قابل قبول نہ ہوگی۔ اس میں ادارہ کا نقصان ہوتا ہے۔ براہ کرم اس کا خیال رکھیں۔

ترسیل زر اور خط و کتابت کا پتہ

Tameer-e-Hayat
P.O.Box No.93 Tagormarg, Badshah Bagh, Lucknow-7
E-mail: nadwa@sancharnet.in Ph: (0522) 2740406

مضمون نگار کی رائے سے ادارہ کا حقیقہ ہو یا ضروری نہیں ہے

آپ کے ذریعہ ایسی خبریں لکھی جائیں گی کہ آپ کو پوری اطلاع ہو جائے۔ ہر مضمون پر جواب دیا جائے گا۔ (مضمون تعمیر حیات)

پرنٹنگ پبلشر ایڈیٹنگ لکھنؤ کے آزاد پرنٹنگ پریس، نظریہ آباد لکھنؤ سے شائع کر کے دفتر تعمیر حیات مجلس مشاورت و نشریات ٹیکور مارگ، بادشاہ باغ لکھنؤ سے شائع کیا۔

اس شمارے میں

۲	حضرت مولانا محمد امجد علی گڑھی	شعرا و ادب	الفت خدا کی دل میں خدا را بتما ہے
۳	شمس الحق ندوی	اداریہ	فکر و توشیح کی بات
۵	حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی	پیغام	مدرسے کا مقصد
۷	پروفیسر عطیہ ظہیر	کتاب الہی	قرآن کریم کتاب الہی ہے
۱۰	صادق حسین	تعلیمات قرآنی	درس سیرت
۱۳	عبدالرحیم ندوی	درس سیرت	خندق کا سبق
۱۵	محمد وحید ندوی	یہودیت	یہودی فکر کے مصادر و مآخذ
۱۸	سلمان نسیم ندوی	جانزہ	امریکی معاشرہ.....
۲۱	سید شرافت علی ندوی بیوپالی	یادوں کی مہک	مولانا عبدالماجد دربیادی اور بیوپالی
۲۳	محمد شاہ ندوی	نعمت خداوندی	چشم بینا قدرت کا..... شاہکار
۲۶	حضرت مولانا سید محمد راج حسنی ندوی	وفیات	مولانا مختار احمد ندوی
۲۷	ابوالعظیم ندوی	ایک مطالعہ	مولانا مختار احمد ندوی ایک نظر میں
۲۸	شمس الحق ندوی	فتوحات ندویہ	تعارف و تبصرہ
۳۱	محمد شاہ	رسید کتب	

Ph:2260433

جدید دلکش سونے، چاندی کے زیورات کیلئے ہمارے شوروم



کہنہ پیلیس
میں آپ کا خیر مقدم ہے

Gehna Palace

Whenever you see Jewellery
Think of us

حاجی عبدالرؤف خاں، حاجی محمد معروف خاں، محمد فاروق خاں (چاند)

ایک مینارہ مسجد کے سامنے اکبری گیٹ، چوک لکھنؤ

Ph: 0522-2260433, 2252789, (O) 2240999

Abdullah Malik (Managing Director)

S. Abdul Malik & Sons

Our World Famous Perfumes Exporters, Importers & Manufacturing Perfumes etc
Shamamatul Amber, Keora, Gulab, Ruh Khus, Mohsin Shamama, Malik Shamama

253/28, Nadda, Mahal Road, Nakkhas, Lucknow, U. P. (India)

الفت خدا کی دل میں خدا را جمائے

حضرت مولانا محمد احمد پرتا بگڑھی

از

الفت خدا کی دل میں خدا را جمائے
 پڑھ کر نماز گھر کو خدا کے بسائے
 دنیا کو اپنے دل میں نہ ہرگز بسائے
 اپنے خدائے پاک سے اب تو لگائے
 کبر و ریا، نفاق، ہر اک بت کو ڈھائے
 دل سے خدا پہ اپنے اب ایمان لائے
 ہرگز حرام کے نہ قریب آپ جائے
 روزی حلال آپ کا کر کے کھائے
 داڑھی خدا کے واسطے اب مت منڈائے
 صورت رسول پاک کی اپنی بنائے
 مائیں گے میری بات تو اللہ ہوگا خوش
 شیطان کو ضرور ہی اب توڑ لائے
 جنت کا راستہ میں بتاتا ہوں دوستو!
 میں چاہتا ہوں آپ نہ دوزخ میں جائے
 جو کچھ سنا نا تھا مجھے، میں نے سنا دیا
 گھر اپنے اپنے شوق سے اب آپ جائے
 ☆☆☆☆☆

فکر و تشویش کی بات

شخص الحق ندوی

یہ بہت عام بات ہے، ہر خاص و عام اس کو جانتا ہے کہ جب بخار یا کسی بیماری کے سبب منہ کا مزہ بگڑ جاتا ہے تو عمدہ سے عمدہ اور لذیذ سے لذیذ کھانا بھی بد مزہ معلوم ہوتا ہے، کھانا تو درکنار اکثر اس کے تذکرہ اور خوشبو سے بھی متلی آنے لگتی ہے، اگر کسی علاقہ میں طبریائی و باپھیل جائے اور اس قسم کے مریضوں کی تعداد بڑھ جائے، اور وہ سب بیک زبان کہنا شروع کر دیں کہ ہمارے شہر سے ایسی تمام غذاؤں اور ناؤ نوش کی چیزوں کو بھیک دیا جائے جن کو پرانے تصور و خیال کے لوگ پسند کرتے ہیں، اور ان کو لذیذ و مزیدار بتاتے ہیں تو کیا شہر کے طبیب و ڈاکٹر اور صحت مند و باذوق لوگ ان مریضوں کی بات مان لیں گے، اس شہر کے محکمہ صحت کے لوگ ان مریضوں کی بات پر کان دھریں گے؟ اور خدا نخواستہ کان دھریں اور اس پر عمل کریں تو کیا یہ نہ کہا جائے گا کہ ان سب کی عقلوں میں فتور واقع ہو گیا ہے، اکثریت و ماحول کی تبدیلی نے ان کی نظر بند کر دی ہے، ایسی کہ اپنا علم و فن اور تجربہ سب کچھ بھول گئے ہیں، ہماری آج کی دنیا کا کچھ ایسا ہی حال ہو رہا ہے، تہذیب جدید کی نیرنگیوں نے ذہنوں کو اتنا مسموم کر دیا ہے کہ ہر سیدھی چیز ٹیڑھی اور ٹیڑھی چیز سیدھی معلوم ہو رہی ہے جس کے نتیجے میں ہمارے سماج و سوسائٹی کی کوئی کل سیدھی نہیں رہ گئی ہے، ہمارے وسائل نشر و اشاعت اور ذرائع ابلاغ نے مسموم و سادہ لوح بچوں سے لے کر نوجوانوں اور بوڑھوں تک کے ذہنوں کا سانچہ ایسا بدل دیا ہے کہ محبت و شرافت، ہمدردی و خدمت خلق کے جذبات کی جگہ تنگ مزاجی، عداوت و دشمنی، قتل و غارتگری، بے حیائی اور فحاشی نے لے لی ہے، جس کا نتیجہ یہ ہے کہ انسان، سانپ، بچھو، بھیر یوں اور درندوں کو مات کر رہا ہے، انسانوں کو اس طرح مارا، جلایا اور موت کے گھاٹ اتارا جا رہا ہے جس طرح سے موذی جانوروں کے مارنے کی اسکیم چلائی جاتی ہے، تہلکہ کے تہلکہ خیز انکشافات اس کی معمولی مثال ہیں، دنیا کے مختلف ملکوں اور علاقوں میں رنگ و نسل کی بنیاد پر ہونے والے خون خرابہ کے علاوہ ہوا و ہوس کا مارا انسان کس بے دردی کے ساتھ معمولی معمولی باتوں پر انسانوں کو مار رہا ہے، کون سا دن گزرتا ہے کہ جس میں ہندی نالوں اور کھیتوں سے مسخ شدہ لاشوں کے ملنے کی خبر نہ آتی ہو اور یہ وہ ہے جو پریس میں آگئی، ایسے کتنے واقعات ہوں گے جو مقامی لوگوں کے علاوہ کسی کو معلوم نہیں ہوتے جیسا کہ ایو غریب اور گونتا نامو کے جیل خانوں کے ہولناک واقعات کے انکشاف سے معلوم ہوتا ہے۔

بات یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ ہمارے یہ وسائل ابلاغ نفع سے زیادہ نقصان پہنچا رہے ہیں، انسانیت کا سبق پڑھانے کے بجائے درندگی و بھیمیت کا پرچار کر رہے ہیں، لیکن کس کی زبان، کہ اس پر تنقید کرے، اس کے نقصانات کو بیان کرے، کون ہے جو کہے کہ بھائیو! تمہارے منہ کا مزہ بدل گیا ہے، تمہاری نظر بندی کر دی گئی ہے، تم اپنا علاج کرو، محکمہ صحت کے لوگوں کا مشورہ مانو، ڈاکٹروں کو جنونی و پاگل نہ سمجھو ورنہ تم سب کے سب تباہ و برباد ہو جاؤ گے، یہ کہنے والے صرف مسلمان اور ایک خدا کے ماننے والے ہوتے ہیں جو دنیا کے محتسب اور نگران ہوتے ہیں اور جن کا کام ہی ظلم کو ظلم اور برائی کو برا کہنا اور ان

یہ کام صرف نبی کا ہوتا ہے جو پوری انسانی آبادی کا روحانی طیب و معالج ہوتا ہے، جب سے دنیا آباد ہوئی ہے اس وقت سے برابر یہ ہوتا آیا ہے کہ جب بھی انسانوں کے ذوق و فطرت سلیمہ میں بگاڑ پیدا ہوا ہے تو انبیاء کرام نے آکر ان کی سبائی کی ہے اور سب سے اخیر میں خاتم الانبیاء حضرت محمد ﷺ تشریف لائے ہیں اور بگڑی ہوئی انسانیت کے درد کا درماں بنے ہیں، اور انسانیت کو تباہی سے بچایا ہے، آپ کے اس دنیا سے جانے کے بعد آپ کی لائی ہوئی کتاب محفوظ ”قرآن کریم“ اور آپ کا اسوۂ حسنہ رہتی دنیا تک کے انسانوں کے لیے روشنی کا مینار ہے، اور اس کو برابر روشن رکھنے والے آپ کی امت کے علماء ہیں، جو آپ کی تعلیمات کے پیرو ہیں اور اس کی دعوت دیتے ہیں کہ انسانیت فلاح و کامیابی سے اس قدر ہمکنار ہو سکتی ہے جب ان تعلیمات و اصولوں پر عمل کرے مگر انہوں نے یہ ہے کہ ذوق و مزاج اتنا بگڑ چکا ہے کہ اپنی لگائی ہوئی آگ میں جلنے والے عصر حاضر کے انسانوں کو بھلائی کی طرف بلانے والے ان بھلے انسانوں ہی پر غصہ آ رہا ہے اور وہ ان کو بنیاد پرستی اور مذہبی کٹرپن کا طعنہ دے کر ان کی آواز کو بے اثر بنا رہے ہیں، دنیا کا کون پڑھا لکھا انسان ہے جس کے سامنے صبح اٹھتے ہی ہمارے آج کے سماج و سوسائٹی کی ایک جھلک نہ نظر آ جاتی ہو مگر کتنے ایسے انسان ہیں جو اس جھلک کو دیکھ کر تڑپ اٹھتے ہوں، بے گل و بے چین ہو جاتے ہوں، انسانیت کی اس خونیں تصویر کو دیکھ کر اگر کوئی تڑپا اور بے چین ہوتا ہے تو وہی لوگ جن کو مذہبی جنون اور بنیاد پرستی کا طعنہ دیا جاتا ہے، دنیا میں اور ہمارے ملک میں جگہ جگہ زندگی کا بیہ کرانے کی کینیاں قائم ہیں مگر کتنے ہیں جو زندگی کو محفوظ کرتے ہیں؟ ہاں مر جانے پر انشورش کی رقم دے دیتے ہیں مگر جن تعلیمات کے ذریعہ حقیقتاً زندگی کا بیہ ہوتا ہے ان کو ماننے کے لیے کوئی تیار نہیں ہے بلکہ ان کا مذاق اڑایا جاتا ہے، ان کا استحصال کیا جاتا ہے، ہمارا پڑھا لکھا طبقہ کچھ تو سوچے کہ کیا ہو رہا ہے؟ انسان کہاں جا رہا ہے، جو آج محفوظ ہے کیا وہ کل بھی محفوظ رہے گا، حالات جس تیزی کے ساتھ تبدیل ہو رہے ہیں، اگر ان کے رخ کو موڑنا نہ گیا، ان کے بدلنے کی فکر نہ کی گئی تو چند برسوں میں انسانی آبادی باہم اس تیزی سے ٹکرائے گی کہ زلزلے، سنائی لہریں، طوفان باد و باران سب اس کے سامنے بیچ ہوں گے، بات جب یہاں تک پہنچ جائے کہ ملک کی اسمبلیوں میں مار پیٹ شروع ہو جائے، وزیروں اور ممبروں میں ہاتھ پائی کی نوبت آجائے، وکیلوں اور ججوں میں کشم کشم کشتی شروع ہو جائے، عدالتوں میں گولیاں چلنے لگیں، تعلیم گاہوں کے اندر طلبہ اور اساتذہ میں مار پیٹ اور ہنگامہ آرائی ہونے لگے، تو پھر کسی اور جگہ اور شعبہ کا کیا ذکر؟ ہمارے اس دور کو دعویٰ ہے علم و ادب میں ترقی کا، فکر و فن میں ممتاز ہونے کا اور حقیقت ہے بھی کچھ ایسی ہی، پھر کیا نقص و کمی ہے جس کے نہ ہونے سے ہر مفید و اچھی چیز بھی مضرت و نقصان دہ ثابت ہو رہی ہے اس کا جواب اس کے سوا کچھ نہیں کہ ذوق و مزاج بدل گیا ہے، اور اس کی اصلاح صرف انبیاء کرام ہی کی تعلیمات کے ذریعہ سے ہو سکتی ہے اگر یہ نہیں ہوتا تو انسان جتنا بھی ترقی کرتا جائے گا اپنے ہی جال میں پھنستا جائے گا، لہذا ذوق و مزاج کو بدلنے کی سب کو فکر ہونی چاہئے کہ اسی میں انسان کا بھلا ہے مگر ہم دیکھ رہے ہیں کہ: ع

”بڑھتا ہے یہاں ذوق گہنہ اور گہنہ کے بعد“

لوگوں میں قبول عام انہیں چیزوں کو حاصل ہوتا جا رہا ہے جو ان کی تباہی کا پیش خیمہ بن رہی ہیں۔

☆☆☆☆☆

مدرسہ کا مقصد

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسینی ندوی

نکال کر اس کا مطالعہ کریں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ دینی درسگاہ میں طالب علم کو کیا کچھ ملتا ہے؟

کلام پاک کی نعمت

انجمنی انجمنی قاری جب تلاوت کلام پاک میں مشغول تھا تو مجھ پر صرف ایک کیفیت شروع سے آخر تک طاری رہتی اور وہ یہ کہ ہم جیسے ناپاک و نجس انسان جس کی حیثیت لامتناہی کھنکھ کی سی ہے، وہ اور اس ذات عالی کا کلام جس نے مجھ کو برآسمان اور زمین، جنس و نمر کو وجود بخشا اس کا کلام سمجھ سکیں، اس کے مخاطب بننے کے مستحق بن سکیں، الہی کیا مقام ہے، وہ شخص جس کی اس صفحہ ہستی کے اوپر کوئی حیثیت نہیں، آخر وہ اس نعمت عظمیٰ کو پا کر دیوانہ کیوں نہیں ہو جاتا، گریبان کیوں نہیں پھاڑ لیتا، کیا ہم اس قابل ہیں کہ خلاق عالم کے مخاطب بن سکیں، جب تک قاری تلاوت میں مشغول تھا، مجھ پر صرف یہی ایک تاثر قائم رہا، یہ فہم قرآن اتنی بڑی نعمت ہے کہ اگر اس پر کوئی شخص خوشی سے دیوانہ ہو جائے اور گریباں چاک کر کے بخوننا نہ کیفیت اختیار کر لے تو کوئی تعجب انگیز بات نہیں، کیا الہی بن کعب کا واقعہ بھول گئے، ذرا تاریخ کے اوراق کو الٹ کر ایک مرتبہ پھر نظر ڈالیے، جب رسول اللہ ﷺ نے ابی ابن کعب سے فرمایا خدا نے تمہارا نام لے کر کہا ہے کہ ان سے کلام پاک پڑھو اگر سنو تو سیدنا ابی بن کعب پر والہانہ کیفیت طاری ہو گئی اور مارے خوشی کے چیخ نکلیں گے، اور فرمایا او سمانی ربی اللہ تعالیٰ کیا کہتا ہے، خدا اور اس کے رسول سے محبت و وارفتگی کا جس کا عشر مشیر بھی ہمارے نصیب میں نہیں۔

میرے عزیزو! اگر یہاں آپ کو کچھ نہ ملے، سارا مال خرچ کرنے کے بعد صرف یہی ایک نعمت ملے کہ ہم خدا کے کلام کے مخاطب بننے کے اہل ہو جائیں تو جج جائے دنیا کی ساری لذتیں و آرائشیں

ہوں، پڑانے طلبہ کو اس لیے کہ وہ اب تک موجود ہیں، زمانے کی گردشیں، اور اس کے الٹ پھیرنے الحمد للہ انہیں کوئی نقصان نہیں پہنچایا، اور وہ اس کا مقابلہ کرتے ہوئے اپنے مقصد کے حصول میں مشغول ہیں، اور نئے طلباء کو مبارک باد اس لیے دیتا ہوں کہ انہوں نے دینی تعلیم کا انتخاب کیا، اللہ تعالیٰ کا کتنا فضل و کرم ہے کہ اس نے آپ کے والدین کو یہ توفیق دی کہ وہ آپ کو ایک دینی درسگاہ میں تعلیم کی غرض سے بھیجیں، بعض ایسے بھی طلباء ہیں جو زبردستی بھیجے گئے لیکن وہ بھی اللہ کے منظور نظر ہیں، حدیث شریف میں وارد ہے کہ ”جنت میں بعض لوگ ایسے بھی جائیں گے، جن کے پیروں میں بیڑیاں پڑی ہوں گے“ یعنی وہ اللہ کے اتنے منظور نظر ہیں کہ باوجود اس کے کہ وہ خود جنت میں داخل ہونا نہیں چاہتے، ان کے بیڑیاں ڈال کر اور زبردستی داخل کیا جائے گا، اسی طرح دینی تعلیم کا حصول بھی اتنی بڑی نعمت ہے کہ جو اس پر زبردستی لگائے جائیں اور وہ بغیر اپنے مقصد کو سمجھے ہوئے جبراً و کرہاً یہاں پہنچائے جائیں، وہ بھی مبارک باد کے مستحق ہیں، غرض یہ کہ جو جس طرح بھی یہاں آیا اس کے والدین لائق تحسین و حمد مبارک باد ہیں۔

مگر یہاں آپ کو کیا ملے گا؟ آپ کیا پائیں گے؟ یہ بہت وسیع موضوع ہے جس پر مفصل روشنی ڈالنے کا یہ موقع نہیں ہے، امام غزالی کی ”احیاء العلوم“ اس موضوع پر بہترین کتاب ہے، آپ موقع سب سے پہلے میں آپ سب کو مبارکباد دینا

نئے سال کے شروع میں آپ سے تعارف حاصل کرنا اور اپنے تجربات بیان کرنا ایک مناسب و بر محل بات ہے، آپ سے بات کرنا مشکل بھی ہے، اور آسان بھی، ظاہر بات ہے کہ باپ جب اپنے بیٹے سے اور ایک عزیز اپنے دوسرے عزیز سے بات چیت کرتا ہے تو نہ اس کے اندر کسی تصنع و بناوٹ کی ضرورت ہوتی ہے، نہ دقیق و ثقیل الفاظ کے استعمال کی، یہی میری باتوں کی بھی حیثیت ہے، جانی بوجھی باتیں، عمر بھر کے تجربے، راستہ کے نشیب و فراز، اسکی منزلیں، ان تمام باتوں کو آپ کے سامنے رکھنا، اس نوعیت کے اعتبار سے یہ بات بہت آسان ہے، اس میں مجھے زیادہ سوچنے سمجھنے کی ضرورت نہیں، اور میں کیا یہاں آپ کے اساتذہ میں سے جو کوئی بھی آپ سے بات کرے اسے زیادہ غور کرنے کی ضرورت نہ ہوگی کہ

”عمر گزری ہے اسی دشت کی سیاحتی میں“

لیکن اسی کے ساتھ ساتھ آپ سے بات کرنا مشکل بھی ہے، اس لیے کہ میں آپ سے اتنی باتیں کرنا چاہتا ہوں کہ سمجھ میں نہیں آتا کہاں سے شروع کروں اور کہاں ختم کروں، باتوں کا ایک اٹھا ہمسندر ہے، اور اس کے اتنے محرکات ہیں جن میں سے کسی ایک کو نظر انداز کرنا مشکل ہے، لیکن ہر مشکل کا ایک حل ہے اور اس کا حل یہ ہے کہ ان تمام باتوں کو مختلف اوقات میں آپ کے سامنے رکھا جائے۔

سب سے پہلے میں آپ سب کو مبارکباد دینا

ہم اللہ سے اسے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آپ تبلیغ کا فریضہ انجام دیجئے اور جو پیغام اپنے رب کی طرف سے آپ کے پاس آیا ہے اس کو دوسروں تک پہنچانا آپ کا فرض ہے، اگر آپ نے ایسا نہیں کیا تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ آپ نے اپنی ذمہ داری پوری نہیں کی، لوگوں کے (شر) سے اللہ پاک آپ کو بچانے کا (المانہ) چنانچہ حضور نے علی الاعلان اللہ پاک کا پیغام سنایا اور صحابہ کو خاص طور پر قرآن مجید کی تعلیم دی تاکہ وہ یاد کر لیں اور زبان سے تلاوت کریں، ساتھ ہی ساتھ کاتبان وحی کو ہدایت فرمائی کہ قرآن کریم کی کتابت بھی کرتے رہیں، ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: "حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کا پیغام اس کے بندوں تک بلا کم و کاست دیانت داری کے ساتھ پہنچایا، اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی بات چھپانی ہوتی تو وہ یہ آیات لوگوں کو نہیں بتاتے:

﴿وَتَخْفِي مَا فِي بُحْرَانِهِ﴾ (الاحزاب: ۳۷)

اور آپ اپنے دل میں وہ (بات) چھپا رہے ہیں جس کو اللہ تعالیٰ ظاہر کرنے والا ہے، آپ لوگوں سے خوف کرتے ہیں؟ حالانکہ اللہ رب العزت ہی سب سے بڑا احتیاط ہے کہ آپ اس سے ڈریں

﴿وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ الْكَرِيمَ﴾ (البقرہ: ۱۲۹)

اللہ تعالیٰ نے آپ پر قرآن مجید نازل فرمایا تاکہ آپ لوگوں کو کھول کھول کر وہ بتادیں جو ان کے لیے نازل کیا گیا، شاید وہ غور و فکر سے کام لیں۔

بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر جو بھی وحی نازل ہوتی فوراً سب کے سامنے بیان فرمادیا کرتے تھے اور یہی فریضہ نبوت کا تقاضا تھا، اور اس قرآنی تعلیم پر خود عمل کرتے ہوئے دوسروں کو بھی عمل کی تاکید فرماتے تھے۔

اللہ تعالیٰ یہ قرآن کریم اس لیے نازل فرمایا ہے کہ اس کے معانی کو سمجھا جائے اور احکام پر عمل کیا جائے

اس کے اسرار و آیات پر غور کیا جائے، عقل و خرد اور علمی و فکری صلاحیتوں کو نفسیاتی طور پر آمادہ کرتے ہوئے اس یقین کے ساتھ دل لگا کر تلاوت کی جائے کہ ہمارا موجود حقیقی ہم سے مخاطب ہے۔

یہ کوئی عام کتاب نہیں کہ سرسری مطالعہ کیا، اپنی پسندیدہ کتاب پر ہی اور اس میں بھی اگر کوئی بات اچھی نہیں تو ورق پلٹ کر کچھ اور پڑھ لیا پھر جب چاہا بغیر سوچے سمجھے کتاب اٹھائی اور بند کر کے کہیں بھی رکھ دی، ہم کتاب اللہ کے ساتھ ہرگز یہ نازیبا سلوک نہیں کر سکتے۔

یاد رکھنا چاہئے کہ یہ کتاب الہی ہے جس کا ہم پر بہت بڑا حق ہے خشوع و خضوع اور تقویٰ و الخوف و الخجاء کی بنیادی شرط ہے بلکہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنا عمل اور قاریوں کے لیے حکم ہے کہ اس کی تلاوت کے آداب ہیں، شرائط ہیں، جن کی پابندی ضروری ہے ورنہ تلاوت کا حق نہیں ادا ہو سکتا۔

یاد رکھنا چاہئے کہ یہ کتاب الہی ہے جس کا ہم پر بہت بڑا حق ہے خشوع و خضوع اور تقویٰ و الخوف و الخجاء کی بنیادی شرط ہے بلکہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنا عمل اور قاریوں کے لیے حکم ہے کہ اس کی تلاوت کے آداب ہیں، شرائط ہیں، جن کی پابندی ضروری ہے ورنہ تلاوت کا حق نہیں ادا ہو سکتا۔

یاد رکھنا چاہئے کہ یہ کتاب الہی ہے جس کا ہم پر بہت بڑا حق ہے خشوع و خضوع اور تقویٰ و الخوف و الخجاء کی بنیادی شرط ہے بلکہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنا عمل اور قاریوں کے لیے حکم ہے کہ اس کی تلاوت کے آداب ہیں، شرائط ہیں، جن کی پابندی ضروری ہے ورنہ تلاوت کا حق نہیں ادا ہو سکتا۔

یاد رکھنا چاہئے کہ یہ کتاب الہی ہے جس کا ہم پر بہت بڑا حق ہے خشوع و خضوع اور تقویٰ و الخوف و الخجاء کی بنیادی شرط ہے بلکہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنا عمل اور قاریوں کے لیے حکم ہے کہ اس کی تلاوت کے آداب ہیں، شرائط ہیں، جن کی پابندی ضروری ہے ورنہ تلاوت کا حق نہیں ادا ہو سکتا۔

یاد رکھنا چاہئے کہ یہ کتاب الہی ہے جس کا ہم پر بہت بڑا حق ہے خشوع و خضوع اور تقویٰ و الخوف و الخجاء کی بنیادی شرط ہے بلکہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنا عمل اور قاریوں کے لیے حکم ہے کہ اس کی تلاوت کے آداب ہیں، شرائط ہیں، جن کی پابندی ضروری ہے ورنہ تلاوت کا حق نہیں ادا ہو سکتا۔

آخری کتاب لے کر آیا۔ اسی کے ساتھ ساتھ بیت اللہ کا جزیرہ نمائے عرب میں ہونا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی آخر الزماں کی حیثیت سے نہایت درجہ معزز اور اعلیٰ خاندان میں ولادت اور ہمارا ان کی آخری امت ہونے کا قدرتی تقاضا یہی تھا کہ قیامت تک باقی رہنے والی آخری کتاب ایسی زبان میں نازل کی جائے، جو ہر دور میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے لیے سیکھنا اور سمجھنا ممکن بلکہ لازم اس لیے ہو کہ وحی الہی کی زبان عربی ہے اور آخری نبی کی زبان عربی تھی۔

اس کا منطقی نتیجہ یہ ہوا کہ جوں جوں فتوحات اسلامیہ کا دائرہ وسیع ہوتا گیا اور غیر اسلامی ممالک میں تیزی کے ساتھ اسلام کی اشاعت ہوئی غیر مسلم اقوام نے اسلام قبول کر لیا قرآن مجید کے لیے شوق سے عربی سیکھی گئی، اور بعض غیر عرب ایسے بھی گزرے ہیں جو عربی لغت اور نحو و صرف میں عربوں سے زیادہ ماہر ہو گئے۔

الفراء اور سیبویہ ایرانی تھے ابن المقفع بھی ایرانی تھا اس نے کلیلہ و دمنہ جیسی کتاب کا سنسکرت سے عربی میں ترجمہ کیا بقول والد مرحوم علامہ خلیل عرب اس کا کیا ہوا ترجمہ عربی زبان اور بلاغت کا حسین امتزاج ہے، ہندوپاک کے عربی ماہرین حضرت مولانا علی میاں ندوی، لغت میں علامہ محمد سورتی جو ابن درید کی جمعہ لغت کے اولین مستخرج تھے، علامہ عبدالعزیز مینینی بھی عربی لغت اور ادب کے ایسے امام تھے کہ ان کو عرب اسکالرز سزا دیتے ہیں۔

کیونکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی رسول آنے والا ہے اور نہ ہی ہمارے بعد کوئی امت پیدا ہوگی ارشاد نبوی ہے: "لا نبی بعدی ولا امة بعدکم" نہ تو میرے بعد کوئی نبی آئے گا نہ تمہارے بعد کوئی امت، اللہ تعالیٰ کا کوئی کام مصلحت سے خالی نہیں ہوتا۔

مشرکین مکہ کو قرآن پاک کے کلام الہی ہونے پر

مشرکین مکہ کو قرآن پاک کے کلام الہی ہونے پر

مشرکین مکہ کو قرآن پاک کے کلام الہی ہونے پر

فک تھا، لیکن عربی زبان ان کی اپنی زبان تھی، جو سمجھ کر بھی جان بوجھ کر حضور پر شاعر و ساحر یا مجنون ہونے کا الزام لگایا کرتے تھے یہ شرکین مکہ کرمہ کی ہٹ دھرمی اور تم ظریفی تھی، یہاں یہ ثابت ہو گیا کہ قرآن کریم اگرچہ نبی عربی صلی اللہ علیہ وسلم پر جزیرہ نمائے عرب میں نازل ہوا لیکن یہ قیامت تک پوری انسانیت کے لیے آخری کتاب ہدایت ہے اور رہے گی۔

یہی وجہ ہے کہ قرآن حکیم کا انسانی زبان میں خطاب اس کے کلام الہی ہونے پر کسی شک و شبہ کا باعث نہیں بن سکتا، یہی کلام ربانی کی عظمت و تقدس اور اس کے وحی ربانی ہونے کا ثبوت ہے۔

کچھ میں نہیں آتا کہ لوگ بشر سے اللہ تعالیٰ کے ہمکلام ہونے کا انکار کس بنیاد پر کر سکتے ہیں؟ اگر یہ ہے تو ایسے کم عقل تو ہر آسمانی کتاب کے خلاف ہیں جب کہ تمام انبیاء و رسل پوری نازل کی گئی حضرت موسیٰ سے براہ راست ان کا رب ہمکلام ہوا، اور وہ کلیم اللہ مشہور ہوئے۔

نہ ہی اس میں حیرت ہونی چاہئے کہ رب کریم مختلف زمان و مکان میں اپنے کسی خاص بندے کو منتخب فرما کر تیسری عطا فرماتا رہا ہے، تاکہ وہ دوسرے بندوں تک اس کا پیغام ہدایت پہنچائیں یعنی تبلیغ دین کا فریضہ انجام دیں۔

اگر یہ ثابت شدہ امر ہے تو پھر یہ بھی برحق ہے کہ اللہ رب العزت اپنے بندوں سے ان کی اسی زبان میں خطاب فرمائے گا جو وہ جانتے اور بولتے ہوں اور خوب سمجھتے بھی ہوں، اور قرآن مجید کی زبان (ہذا اللسان عربی مبین) ہونے کا دعویٰ دلیل کے ساتھ کرتا ہے۔

اگرچہ جاہلیت کے دور میں فصیح و بلیغ عربی شاعری کا چرچا عام تھا، لیکن قرآن مجید کی فصاحت و بلاغت اور مجازات اثر اور ساحرانہ تاثیر کے سامنے انکی زبان گنگ ہو گئی تھی اور وہ کلام الہی کے کسی بھی چیلنج کا جواب نہیں دے سکے، یہی فرق ہے قرآن مجید کی زبان

اور بشریت کی زبان میں جو دلیل ہے کہ وحی الہی کسی بندے کی زبان ہے اور نہ ہی اس پر عرب تاجز کی مروجہ ثقافت و تہذیب کا اثر پایا جاتا ہے بلکہ یہ تو ایک بشر پر ایک قادر مطلق اور بڑی عظیم و برتر طاقت کا نازل کیا ہوا کرشمہ ہے، جس سے یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ بندوں کا خالق و رب کریم ہی اپنے بندوں کو کتاب تعلیم دے رہا ہے، اپنا مخاطب بنا کر ان کو تعلیم دے رہا ہے۔

قرآن مجید کی پہلی سورت ہی اس کا ثبوت ہے کہ انسان کا معلم حقیقی اللہ تعالیٰ جل و علا شانہ ہے خواہ وہ انسان انسان کامل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کیوں نہ ہوں۔

اس کی حکمت کا تقاضا یہی تھا کہ انسان کی تعلیم و تربیت کے لیے انسانوں ہی میں سے کسی ایک کو نبی و رسول پیدا کرے اور اس پر دوسرے انسانوں کو اللہ کی کتاب و حکمت براہ راست پڑھانے اور سکھانے کی ذمہ داری ڈال دے ارشاد ہوا:

﴿فَلْيُحَذِّرِ الْبَنَاتِ﴾ (البقرہ: ۱۲۹)

اور اسی طرح ہم نے قرآن کریم عربی زبان میں نازل فرمایا اب جو بھی قرآن حکیم کی غور و فکر کے ساتھ تلاوت کرتے ہوئے تدبر سے کام لے گا اس کو یقیناً نزول قرآن کے دوران عربی اور غیر عربی زبان اور عرب اور غیر عرب معاشرے میں فرق تو نظر آئے گا لیکن مسلمان کی حیثیت سے وہ سب ایک ہی نسخہ کے دانوں کی طرح مساویانہ طور پر ایک لڑی میں پروئے ہوئے نظر آئیں گے، حرم کعبہ کی زیارت کرنے کی سعادت حاصل کرنے والے جانتے ہیں:

بندہ و صاحب محتاج و غنی ایک ہوئے

تیرے دربار میں بیٹے تو سبھی ایک ہوتے

واقعی منظر ایسا ہی ایمان افراد، روح پرورد چاندنرا اور قابل رشک ہوا کرتا ہے، جیسا کہ علامہ اقبال نے پیش کیا یہاں یہ عالمگیر حقیقت بھی واضح ہو جاتی ہے کہ قرآن مجید اپنی ساحرانہ اور مجازانہ تاثیر دکھاتا ہے کسی کا اثر قبول نہیں کرتا۔

اور قرآن مجید نے جس طرح ان کے باطل و مکر اور کن عقائد کی اصلاح کی، اسی طرح ان کی سن گھڑت روایات اور شرکات رسم و رواج، توہم پرستی اور بت پرستانہ تمدن پر بھی کاری ضرب لگا کر نیست و نابود کر دیا قرآن مجید نے ان عربوں کی صدیوں پر اپنی موردی اقدار اور فرسودہ جاہلانہ طور طریقوں پر اس قدر شدید تنقید کیا جس کی مثال نہیں ملتی قرآن مجید کا ایک اعجاز یہ بھی ہے کہ اس نے قرآنی حقائق سے انکار کرنے والے اہل کتاب یہود و نصاریٰ کی تحر لینی جسارت کا پردہ فاش کرتے ہوئے ان پر لعنت و ملامت بھی کی ہے۔

جب کہ وہ آسمانی کتابوں میں تہذیبی کر کے اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرتے اور اس طرح ذرا سی قیمت پر اپنا ایمان فروخت کر دیا کرتے تھے، آخر کار یہ ثابت ہو گیا کہ قرآن مجید نازل ہونے کے بعد سابقہ آسمانی کتب منسوخ ہو گئیں۔ صرف قرآن ہی ان سابقہ آسمانی کتاب کی تصدیق کرتا ہے جب وہ اپنی اصلی حالت میں تھیں اور اب قرآن ہی اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب برحق ہے، جو تمام سابقہ کتب سماوی پر حاوی و غالب آچکا ہے اور جس پر تمام اہل ایمان کو عمل کرنا چاہئے، اس کے باوجود اگر کوئی یہ بلا دلیل دعویٰ کرتا ہے کہ قرآن مجید عرب جاہلیت کی تہذیب و ثقافت کا نتیجہ ہے تو وہ جاہل مطلق ہے اور قرآن حکیم کی عظمت تک اس کی رسائی ممکن نہیں تھی، یہی نہیں بلکہ وہ تاریخی واقعیت سے باواقف ہے اور اپنے بوش و حواس کو بھٹاتا ہے۔

بندہ و صاحب محتاج و غنی ایک ہوئے

بندہ و صاحب محتاج و غنی ایک ہوئے

بندہ و صاحب محتاج و غنی ایک ہوئے

تعلیمات قرآنی

صداق حسین

اللہ پاک نے قرآن مجید جو سراپا نور و رحمت الہی ہے اس کے ذریعہ اپنا آخری پیغام اور مکمل دین و لاخراعت بنی نوع انسان کی دنیاوی مستعار زندگی گزارنے کے لیے نازل فرمایا ہے، ان احکامات و قوانین الہیہ کا علم حاصل کرنا، ان پر غور و فکر کرنا اور ان کے تقاضوں پر کامل ایمان و ایقان نیز تسلیم و رضا کے ساتھ عمل کرنا انسان کے لیے فرض عین ہے، خداوند کریم نے اپنی قدرت کاملہ سے کائنات میں زمین و آسمان، سورج، چاند، ستارے نیز دیگر سیارے و اجرام فلکی و سماوی، بحر و بر، نور و ظلمات، دن و رات، دشت و جبل، صحراء و بیابان، درند، چرند و پرند اور انواع و اقسام کے حشرات الارض کی تخلیق فرمائی ہے، جو خداوند کریم کی نشانیوں ہیں، اور اہل دانش و بصیرت کو ان سے خدا کی معرفت حاصل ہوتی ہے، اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے کہ اس ذات کریمی و رحیمی نے کائنات کی بے شمار نعمتوں اور نعمتوں کو انسان کے لیے مسخر کر دیا ہے، انسان کو پورا اختیار حاصل ہے کہ وہ اپنی ضروریات زندگی مہیا کرنے کے لیے مملو کائنات خداوندی سے منتقل ہو سکتا ہے، اللہ تعالیٰ کی ذات اعلیٰ ارفع نے انسان کو علم کی دولت و ولایت فرمائی ہے اور انسان کو اشرف المخلوقات کا درجہ عطا فرمایا ہے، نیز اپنی کائنات و مملو کائنات میں جملہ تخلیق کردہ اشیاء کو اس کے تابع کر دیا ہے، باری ہمہ اللہ تعالیٰ نے انسان جو

اشرف المخلوقات ہے اس کو اپنی قدرت کاملہ سے دنیا میں زندگی گزارنے کے لیے لامحدود انعام و اکرام کی نوازشیں عطا کر کے امتلاء میں ڈال دیا ہے کہ کون مرد یا عورت مرضی الہی کے مطابق عارضی زندگی گزار کر آخرت میں خداوند کریم کے امتناعی اجر و ثواب کا مستحق ہوتا ہے اور کون دنیا کی عارضی چمک و دمک نیز عیش و عشرت اور حب جاہ و حب مال و اولاد کے جال میں بھٹس کر ذکر الہی سے غافل ہو کر آخرت کے بے پناہ عذاب و سزا کا مرتکب ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے کہ اس نے ساری کائنات و مملکت کی بے شمار نعمتوں کی تخلیق انسان کے لیے کی ہیں اور اُس و جن کو اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے، ظاہر بات ہے کہ فرمان خداوندی کا منشاء و غایت یہ ہے کہ انسان اللہ کی لامحدود عطیات کا حقیقی المستفاد و استفادہ حاصل کرے کہ دنیا کی عارضی زندگی اس کی مرضی و منشاء کے مطابق گزارے اور برگزیدہ بندہ بننے کی سعادت حاصل کرے، نفسانی خواہشات و اہواء کے مکائد کی ابتلا سے بچے۔

انسان اللہ پاک کی نعمتوں و مملو کائنات کی نعمانیوں سے مستفید ہو کر آرام و چین کی زندگی بسر کر رہا ہے، ہمیشہ و عشرت کی خواب غفلت میں مدہوش، انجام آخرت سے مدہوش، عارضی آرام و استراحت کے نشہ میں غمور ہو رہا ہے سمندروں میں غوطہ لگا کر درنایاب حاصل کر رہا ہے، چاند و دیگر

سیاروں میں ستر کرنے کے منصوبہ جات مرتب کر رہا ہے، زمین کے حکم سے کیما نیز دیگر بیش بہا معدنیات کے ذخائر کا مناشی ہے نیز آلات حرب کی تعصیب و تعمیر پر گن ہو رہا ہے، اپنی استعماری قوت و طاقت کو فروغ دے کر انسانیت کو پامال و تباہ کر رہا ہے، ظلم و ستم ڈھا رہا ہے، علی ہذا القیاس مملو کائنات خداوندی کی نعمتوں کا زیادہ سے زیادہ فائدہ حاصل کرنا نیز حظ نفسانی و خواہشات طولانی کی آسودگی کے لیے مکائد شیطانی کے داؤ پیچ کی گتھیوں کے سلجھانے میں اپنی خداداد استعداد و صلاحیت کا بیجا صرف کرنا انسان اپنا شعار زندگی بنا کر مقصد حیات کی معراج تصور کر رہا ہے، مگر حکم الہی کا ہم تقاضا کہ انسان کو اللہ نے اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے، اس فرض منصبی کی طرف غور و فکر کا اس کے پاس وقت نہیں ہے بلکہ احکام خداوندی سے بغاوت پر آمادہ ہو کر خواہشات نفسانی نیز اہواء کی پیروی کو ہی زندگی کا ماحصل تصور کرتا ہے، خدا کے سامنے پیشی اور انجام آخرت کا منکر ہے۔

انسان دنیا میں مال و دولت کی فراہمی اور جاہ و ثروت کی ہوس میں منہمک ہو کر ان عارضی نعمانیوں اور تن آسانیوں کے نشہ میں اتنا بدست و غمور ہو جاتا ہے کہ اچانک موت کی گھڑی سامنے آجاتی ہے اور وہ قبر کے گڑھے میں جا پہنچتا ہے اور اس کی حسرتیں و خواہشات خواب پریشان ہو کر رہ جاتی ہیں، اس کا عمل ختم ہو جاتا ہے، عالم برزخ کے حالات و احوال دیکھ کر اس کو اپنی دنیاوی زندگی کی غفلت کا اندازہ ہوتا ہے، اس وقت اس کے پاس حسرت و یاس کے سوا کچھ نہ ہوگا، جب دنیاوی اعمال کے لحاظ سے فرشتے ان کا استقبال کریں گے،

برگزیدہ بندے اپنی کامیابی پر شاداں ہوں گے اور برزخ میں آرام و چین سے استراحت فرمائیں گے، گمراہ لوگ اپنی ناکامی پر پشیمیاں ہوں گے مختلف اذیتوں میں مبتلا ہو کر عرصہ برزخ کی مسافت طے کریں گے، دنیا میں جن باتوں کو وہ جھٹلاتے تھے اور ہم سمجھ کر تھیک کرتے تھے ان کو اپنی آنکھوں سے دیکھ کر کف افسوس ملیں گے، مگر اس وقت ان کا دنیا میں کردہ گناہوں پر نادم ہونا اور بچھڑانا کچھ کام نہ آئے گا، ان کا کوئی پرسان حال نہ ہوگا، ان کے ارواح جو چین میں ہوں گے پریشان و بے چین رہیں گے، اور قیامت کے روز ان کا تعلق ان کے جسم سے ہو جائے گا اور فرشتے ان کو زنجیروں میں جکڑ کر جہنم میں ڈھکیل دیں گے، جہنم کا دائمی عذاب ناقابل برداشت ہے، العیاذ باللہ۔

انسان کی زندگی کی صلاح و فلاح کا انحصار صرف اور صرف تزکیہ نفس پر ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے کہ جس انسان نے اپنے نفس کا تزکیہ کر لیا وہ کامیاب ہو گیا، نیز جو انسان اللہ کے سامنے پیش ہونے سے ڈرا اور نفس شیطانی اور خواہشات اہواء کی پیروی نہ کی اس کا مقام و ٹھکانہ قیامت میں جنت ہے اور یہی سب سے بڑی کامیابی یعنی فوز عظیم ہے، جب انسان ذکر الہی میں مشغول ہوتا ہے اور پابندی سے کتاب و سنت کی روشنی میں زندگی گزارتا ہے تو اس کو انابت الی اللہ کی توفیق ملتی ہے، اللہ تعالیٰ اسکو اعمال صالحہ کی ہدایت نیز اعمالِ ذلیلہ سے اجتناب کرنے کی توفیق عطا کرتا ہے اور وہ خدا کا برگزیدہ بندہ ہو کر آخرت کی کامرانی حاصل کرنے کا مستحق ہو جاتا ہے، دنیا کی عارضی چمک و دمک، زیب و زینت، دلکشی و دل فریبی نیز جاہ و ثروت اور مال

دولت کے طلسم و مکائد کے جعل میں وہ محصور نہیں ہوتا ہے بلکہ انجام آخرت بخیر ہونے کا استحضار ملحوظ خاطر رکھتا ہے، یہی قرآنی تعلیمات کا تقاضا ہے جس پر عمل کرنا انسان کے لیے فرض عین ہے، یہی صراطِ مستقیم ہے جس پر عمل پیرا ہو کر انسان اپنے خالق و مالک کا منتخب بندہ ہو جاتا ہے نیز روحانیت کے اعلیٰ مدارج حاصل کر لیتا ہے، اللہ موفق۔

مرشدی حضرت مولانا شاہ محمد احمد پرتا پگڑھی ارشاد فرماتے ہیں۔

نہ جب تک تزکیہ نفس کا خطرہ ہی خطرہ ہے رہیں گے عمر بھر گھیرے ہوئے افکار شیطانی اللہ کا قرب حاصل کرنے کے لیے شب میں اس کا ذکر کرنا اولیٰ ہے، تلاوت کلام پاک شب کی تنہائی میں تقرب الی اللہ کا اولین ذینہ ہے، لہذا اہل اللہ شب کی تنہائی میں تلاوت قرآن مجید کی خیر و برکت حاصل کرنے کا اہتمام بدرجہ اتم کرتے ہیں، اور ولی اللہ ہونے کی سعادت حاصل کرتے ہیں، انہیں کے لیے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ قیامت میں ان بندوں کو کسی قسم کا خوف و حزن نہیں ہوگا، عرش الہی کا سایہ ایسے ہی مومنین و مومنات کو اس وقت میسر ہوگا جب کہ سورج کی تمازت سے کھوپڑی اہل ربی ہوگی اور میدان حشر میں کوئی سایہ نہ ہوگا، العیاذ باللہ تعالیٰ۔

قرآن جو حکم ربانی ہے اس کا تقاضا ہے کہ انسان اللہ کی اطاعت کرے اور اس کے رسول کی اطاعت کرے تاکہ وہ فلاح پا جائے، چنانچہ انسان پر واجب ہے کہ وہ اللہ و رسول کی اطاعت کرے تاکہ دارالآخرت (آخرت) میں وہ فوز کبیر کا مستحق ہو جائے اور جنت الفردوس کا وارث بن جائے، نفس

شیطانی کی ابتلا سے اپنی مستعار زندگی کو برباد نہ کرے اللہ تعالیٰ من مانی زندگی گزارنے والوں کو روز قیامت سخت سے سخت سزا دیں گے، جو دائمی اذیت ہوگی اور انسان کو وہاں دائمی عذاب جہنم دیا جائے، یہ انسان کی سب سے بڑی ناکامیابی ہے کہ وہ ہمیشہ ہمیش کے لیے دیکتی ہوئی آگ میں جھونک دیا جائے، زقوم کھانے کو ملے گا اور گرم پانی پینے کو ملے گا، جس سے نہ پیٹ بھرے گا اور نہ ہی پیاس بجھے گی، بلکہ استزایاں گل گرفت کے باہر آ جائیں گی۔ العیاذ باللہ۔

مولانا شاہ محمد احمد پرتا پگڑھی فرماتے ہیں۔

غضب ہے ہم کو اب حاصل نہیں ہے لطف و مہمانی بھلائی آہ دل سے ہم نے تعلیمات قرآنی وہ قرآن آخری پیغام ہے جو رب العزت کا مبارک ہومبارک اقدار اس کی جس نے پہچانی عمل جو شوق سے کرتا ہے قرآن معظم پر وہی ہوتا ہے بے شک مورد الطاف رحمانی

(جاری)

دعائے مغفرت

معید اشرف ندوی (انچارج مجلس صحافت و نشریات) کے چچا زاد بڑے بھائی سید تنویر اشرف کا مورخہ ۳ نومبر ۲۰۰۷ء کو دہلی بخاری وید سیمینار کالج لکھنؤ میں انتقال ہو گیا، اللہ وانا الیہ راجعون۔

مرحوم کی عمر تقریباً ۷۰ سال تھی۔ تدفین آبائی وطن پورہ کامگار بارہ بنگلی میں ہوئی۔ قارئین تعمیر حیات سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

خندق کا سبق

عبدالرحیم ندوی

ان الاولیٰ قد بغوا علینا
اذا اردوا فتنۃ ابیننا
کی صدا آ رہی ہے

شب و روز کی محنت کے نتیجے میں تین نئے نئے کے اندر تقریباً تین لاکھ آٹھ ہزار کعبہ گز مٹی کھود کر منتقل کر دی گئی۔

یہ کوئی آسان کام نہ تھا جب کی بے سروسامانی کا یہ عالم تھا کہ کھدائی کے آلات بنو قریظہ سے مستعار لینے پڑے اور نو کر یوں کی جگہ دامن اور چادروں کا استعمال کیا جا رہا تھا اور فاقہ پر فاقہ کی نوبت آ رہی تھی۔

بھوک کا یہ عالم ہے کہ جان نکلی جا رہی ہے، پیٹ پر پتھر بندھے ہیں سرکار دو جہاں کے حکم پر ایک نہیں دو پتھر بندھے ہیں خندق ہے کہ ہاتھ پاؤں ٹل ہوئے جا رہے ہیں، کھودتے کھودتے خندق میں ایک بھاری چٹان آجاتی ہے جو کسی طرح ٹس سے کس نہیں ہوتی ہے صحابہ کرام مجبور ہو کر حضور سے عرض کرتے ہیں آپ کدال ہاتھ میں لیتے ہیں اور ایک ضرب لگاتے ہیں تو مضبوط چٹان ایک تودہ خاک ثابت ہوتی ہے، اس سے نکلنے والے شراروں میں آپ ﷺ کو اس وقت کی سپر پاور طاقتوں ایران، یمن اور شام کے پرچم سرگوں ہوتے دکھائی دیتے ہیں اور آپ مسلمانوں کو اس کی بشارت سناتے ہیں اللہ اکبر!

جان کے لالے پڑے ہیں پورا شہر خطرہ میں گھرا ہے دشمن سر پر چڑھا رہا ہے تین تین دن کا فاقہ خوف کا عالم یہ ہے کہ رفع حاجت بھی دشوار اور بشارت ایران و روم اور یمن پر غالب آنے کی، وہ کون سا یقین تھا، اور کیسی دور رس نگاہ تھی، جو اس عالم تنگی میں کشادگی، اور شکست میں فتح کا نظارہ کر رہی تھی، کس یقین کے حامل تھے وہ نفوس قدسیہ جو جنگ دہی و بد حالی کے عالم میں اتنی عظیم بشارت جسکو عموماً عقل تسلیم کرنے کو تیار نہیں ہوا کرتی ہے، کیسے تصدیق کر پار ہے تھے۔ یقیناً وہ نبوی یقین تھا جسکا سرچشمہ حواس بشری نہیں بلکہ الہام خدا

مسلمان ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھنے والے نہ تھے، حضور ﷺ قریش کی نقل و حرکت پر نظر رکھتے تھے اس لیے کہ آپ جانتے تھے کہ انہی کافروں کا زور مکمل طور پر ٹوٹا نہیں ہے، چنانچہ قریش کی اس تیاری کی خبر حضور ﷺ کو دو مہینہ قبل سے واپسی کے وقت ہی مل گئی تھی، آپ ﷺ نے آتے ہی فوراً صحابہ کرام سے مشورہ کیا اور مسلمان فارسی کی رائے قبول فرمائی، مدینہ چونکہ تین جانب سے مکانات اور نخلستان سے گھرا ہوا ہے جو شہر فیصل کا کام دیتے ہیں صرف شامی رخ کھلا ہے اس لیے صرف اسی جانب خندق کھودنے کی آپ نے تجویز فرمائی، یہ تجویز کوئی کاغذی دستخط نہ تھی، نہ مزدور تھے نہ حکام بلکہ شاہد وہ جہاں تھے اور صحابہ جاٹار، انہیں کو اپنے ہاتھوں اس کھن کام کو انجام دینا تھا، دس دس آدمیوں کی ٹولی بنائی جاتی ہے اور یہ مردان کا کھدائی کا کام پوری تندی اور خوشی سے شروع کرتے ہیں ہاتھ میں چھڑوے ہیں، دین کے سپاہی ہیں، مزدوروں کا کام کر رہے ہیں، کوئی مٹی کھود رہا ہے کوئی دامن میں بھر بھر کر اور کوئی پیٹھ پر لا دلا کر پھینک رہا ہے۔

یہ مقدس رضا کار اپنے کام میں مگن ہیں نہ اجرت کی خواہش ہے نہ مزدوری کی چاہت، ان احسری الا علی اللہ کا مزہ انکے لینے بس ہے، شریک اس میں ابو بکرؓ عمرؓ ہیں عثمانؓ علیؓ بھی، اور اللہ کا نبی بھی، ہر ایک اپنے حصہ کی زم میں کھود رہا ہے کوئی ٹولی جوش محبت میں نحن اللذین بایعوا محمداً علی الجہاد سابقینا ابداً کا ترانہ گارہی ہے تو کسی سے

نبی کو شجرت کیے حوئے پانچ سال ہو رہے ہیں، دشمنان اسلام کو کسی کر دت چین نہیں آ رہا ہے، مجھ چین سے رہیں؟ ہو نہیں سکتا، احد کی ذمہ داری کامیابی نے دل بڑھا دیا ہے دل ہی دل میں نہ جانے کیا کیا منصوبے بنا رہے ہیں۔ بس تھوڑی ہی تو کسر باقی رہ گئی تھی ورنہ قصہ تمام ہو چکا تھا اب کی باریوں تیاری کرنی ہے، اور اس طرح حملہ کرنا ہے اور ایسا انتقام کرنا ہے، عرب کی ساری طاقت نکال کر کے مدینہ پر بلا بول دینا ہے، محمد ﷺ اور محمد کی جماعت کو صفحہ ہستی سے مٹا کر دم لینا ہے۔ انہیں نہیں معلوم کہ آسمان میں کیا کیا فیصلے ان کے حق میں ہو چکے ہیں، ان کو مٹانے کا منصوبہ بنانے والوں کے نام دشمنان مٹ جائیں گے۔

یہود کے اگسٹے پر قریش مکہ ایک بار پھر نہ صرف اپنی بلکہ پورے عرب کی جماعتی قوتوں کو یکجا کر، بڑا جھٹا تیار کر لیا ہے، عزم یہ ہے کہ اب کی بار چراغ مصطفیٰ کو ٹل کر دینا ہے اور بس روز روز کا کھکا ختم، اور سر درد ہو جاوے گا، باطل کا یہ سیلاب بلاخیز ابوسفیان کی سرکردگی میں مدینہ کی جانب مارچ شروع کرتا ہے راستہ میں طیفوں کی جماعتیں آ آ کر ملتی جاتی ہیں، دیکھتے ہی دیکھتے قبیلہ غطفان، انکے حلیف بنو اسد، یہود کے حلیف بنو سعد، قریش اور انکے قرابت دار بنو سلیم پر مشتمل دس ہزار کا لشکر جرار مدینہ پر بادل کی طرح چھا جاتا ہے، اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس بادل سے برسنے والا مینہ مدینہ کو خش و ناشاک کی طرح بہا جائیگا اور مسلمان اس سیلاب کو سہار نہ سکیں گے، لیکن!

وندی ہوا کرتا ہے، اور وہ درگاہ نبوی کے فیض یافتہ تھے، انکی نگاہیں غلط دیکھ سکتی تھیں کان غلط سن سکتے تھے، لیکن نبی کافران، غلط ہو، ناممکن! نبی کی بات ہو جہاں وہاں شک و شبہ کی گنجائش کہاں؟

یہی وجہ ہے کہ انور رضی اللہ عنہم در ضوا عنہ کا پروانہ مل گیا تھا، سوال ۵۵ میں خندق کی تکمیل ہوئی اور باطل کا نڈی دل آدھ کا، لیکن یہ سماں دیکھ کر وہ حیران رہ گیا کہ مدینہ کے سامنے لمبی چوڑی خندق کھدی ہے جسکا عبور کرنا آسان نہیں ہے، اب انکی ساری ذہانت ٹھکانے لگ گئی، قوت و طاقت کے باوجود وہ مجبور ہو گیا کہ مدینہ کے باہر پڑا رہے اور لڑائی کی کوئی ترکیب سوچے، لیکن وہ کیا سوچتا؟ انکی عقل دنگ رہ گئی، مسلمانوں کی اس نئی تدبیر نے بے دست و پا بنا دیا وہ تو لڑائی کی اس جدید ٹکنالوجی سے ناواقف تھا۔

دس ہزار کا لشکر جرار کیل کانٹوں سے لیس مدینہ کے باہر پڑاؤ کئے ہوئے ہے اور تین ہزار بلائش، نتیجے مسلمان ان کے محاصرہ میں ہیں، سامان رسد بند، نوبت فاقہ پر فاقہ کی آ رہی ہے، کھانے پینے کی بے سروسامانی اور موسم سرما کی قہر سامانی نے اتنے سخت حالات پیدا کر دیئے ہیں کہ مسلمانوں کا وجود جل کر رہ گیا ہے کیجئے منھ کو آ آگے ہیں (بَلَّغْتَ الْقُلُوبَ الْحَنَاجِرَ)

دوسرا کوئی ہوتا تو ہمت ہار جاتا، لیکن یاران با صفا تھے انکے ایمان و یقین میں اور اضافہ ہو رہا تھا (مَا زَادَهُمْ إِلَّا إِيمَانًا وَتَسْلِيمًا) آزمائش کی کٹھن منزل سے انکو گذارا جا رہا تھا تا کہ کھر اکھوٹا واضح ہو جائے، امتحان کی سخت پھٹی میں تپا یا جا رہا تھا کہ سونا کنڈن بن جائے، پوری تاریخ اسلامی میں مسلمان اس سے قبل ایسی سخت آزمائش سے کبھی دوچار نہیں ہوئے، آزمائش کی اس پھٹی میں تپ کر سونا کنڈن ہوا جا رہا تھا تو منافقین کھوٹے سکے کے مانند کچیل کچیل کر غائب ہو رہے تھے، اب حالت یہ ہے کہ ایک طرف منافقین، "ان یسوا نساء" کا بہانا بنا

بنا کر محاذ سے فرار کے لیے کوشاں ہیں، تو دوسری طرف مدینہ کے اندر موجود بنو قریظہ حسی ابن اخطب کی چال میں آ کر عہد شکنی پر آمادہ، قریش مکہ کا ساتھ دینے کو تیار، ہمہ وقت اس بات کا خطرہ، یہ کہ بنو قریظہ کھیں غائبانہ طوروں پر حملہ آور نہ ہو جائیں، داخلی اور خارجی خطرات نے عجیب سراسیمگی کی کیفیت پیدا کر دی ہے، مسلمان کو یہ مسلح پر جا جا کر اپنے گھروں کو جھانک جھانک کر آتے ہیں اور خدا کا شکر ادا کرتے ہیں کہ ابھی تک سکون قائم ہے۔

ذرا تصور کیجئے ایسے سخت حالات میں مسلمانوں پر کیا بیت رہی ہوگی، انکے اضطراب کا کیا عالم رہا ہوگا، تین ہزار فاقہ کش، انکے جذبات کا کیا رنگ ہوگا، کیسے کیسے خیالات و ظلمات ذہن و دماغ میں گردش کر رہے ہو گئے، جان، مال، عزت و آبرو اور سب سے بڑھکر یہ کہ پورے ۱۸ سال کی کمائی آج داؤ پر تھی، قرآن نے اپنے جامع و بلیغ انداز میں اس سنگین حالات کی اور مسلمانوں کی بے چینی و اضطراب کی ایسی باریک بینی سے تصویر چھپی ہے کہ ایک عربی دان مسلمان نہ صرف مسلمانوں کے جذبات و احساسات کو محسوس کر سکتا ہے بلکہ اسکو دیکھ سکتا ہے (وَإِذْ جَاؤُكُمْ مِنْهُنَّ فَأَوَقَّكُمْ وَوَيْتُ اسْفَلَ مِنْكُمْ وَإِذْ رَاغَبْتِ الْأَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوبُ الْحَنَاجِرَ وَتَظُنُّونَ بِاللَّهِ الظُّنُونًا هَذَا الَّذِي كُنْتُمْ تُوعَدُونَ) (۹۰) تو بے سال کے عمرو نے مبارزت کی دعوت دی، اور کچھ یہ رہا تھا کہ روئے زمین پر اسکا کوئی ہم سر نہیں ہے، لیکن حضرت علیؓ نے انکی دعوت قبول کی اور سامنے آئے،

علیؓ عمروؓ تیرا عہد ہے کہ تین باتوں میں سے ایک بات تو ضرور قبول کریگا؟ عمروؓ جی ہاں!

علیؓ میں تم کو اسلام کی دعوت دیتا ہوں! عمروؓ انکی جگھے کوئی ضرورت نہیں! علیؓ لڑائی سے واپس چلا جا! عمروؓ خاتونان قریش کا طعنہ میں نہیں سن سکتا! علیؓ پھر مقابلہ پر آ جا! عمروؓ نے سگراتے ہوئے جواب دیا، نتیجے میں تم کو قتل کرنا نہیں چاہتا!

علیؓ نے کہا لیکن میں تم کو قتل کرنا چاہتا ہوں! اس جملہ نے اسکے تن بدن میں آگ لگا دی وہ گھوڑے سے کود پڑا، گھوڑے کی کوچیں کاٹ دیں اور

حضور اکفر کی حالت میں کبھی ایسا نہ ہو سکا، تو بھلا اسلام کی دولت آنے کے بعد ایسا معاہدہ ہم کر سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں!

نہیں، سرداران انصار، سعد بن معاذ اور سعد بن معاذ کے اس جواب نے چہرہ انور پر بشارت کی لہر دوڑا دی، جنگی محاصرہ قائم رہا مسلمانوں جیسا اپنے اپنے مورچوں پر ڈٹی رہیں۔

لشکر کفار کو کوئی موقع لڑائی کا ہاتھ نہ آتا تھا، دور ہی سے تیر و پتھر برساتے تھے، لیکن مقابلہ کی نوبت نہیں آ رہی تھی کہ ایک دن کفار کے سورماؤں نے جان جو حکم میں ڈال، خندق کی تنگ جگہ تک، گھوڑوں کو ایڑا لگا دی، بس انکے گھوڑے مدینہ کی سر زمین پر دوڑنے لگے، ان سورماؤں میں عرب کا مشہور شہسوار عمرو بن عبد ذہب بھی تھا جو تباہ کیا ہزار کا۔ مقابلہ تصور کیا جاتا تھا۔

خندق کے پار جا کر (۹۰) تو بے سال کے عمرو نے مبارزت کی دعوت دی، اور کچھ یہ رہا تھا کہ روئے زمین پر اسکا کوئی ہم سر نہیں ہے، لیکن حضرت علیؓ نے انکی دعوت قبول کی اور سامنے آئے،

علیؓ عمروؓ تیرا عہد ہے کہ تین باتوں میں سے ایک بات تو ضرور قبول کریگا؟ عمروؓ جی ہاں!

یہودی فکر کے مصادر و ماخذ

محمد وحید نقوی

یہودیوں کے عقائد و معاملات زندگی اور غیر یہودی کے متعلق ان کے نظریات و افکار کی بنیاد تین ماخذ پر ہے، تورات، تلمود، صیوئی دانشوروں کے دستاویزات، یہودیوں کا دینی و دنیوی دستور ان ہی تینوں مصادر سے ماخوذ ہے، ذیل میں ان کے مختصر تعارف کیساتھ اقتباسات پیش کئے جائیں گے جن کے مطالعہ سے یہودی فکر کے مصادر کے خطرناک اور تخریبی پہلو سامنے آئیں گے۔

(۱) تورات:

تورات آسمانی کتابوں میں سے ایک ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دی گئی تھی اور یہی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی لائی ہوئی شریعت تھی، لیکن یہود دور زمانہ کیساتھ اپنی خواہشات نفس کے مطابق اس میں تحریف کرتے رہے یہاں تک کہ اصلی اور حقیقی تورات کا نام و نشان تک باقی نہ رہا، یہودی عالم سیلفر نے اپنی کتاب "موسیٰ والتوراة الاصلیة" (حضرت موسیٰ علیہ السلام اور اصل تورات) میں اس حقیقت کا اعتراف کرتے ہوئے لکھا ہے کہ موجودہ تورات حضرت موسیٰ علیہ السلام کی لائی ہوئی تورات کے کسی بھی پہلو سے میل نہیں کھاتی، دونوں میں ذرہ برابر مطابقت نہیں، یہاں تک وہ دس وصیتیں جن کے اصلی اور حقیقی تورات ہونے پر تقریباً تمام یہودی عالموں کا اتفاق ہے وہ بھی اپنی اصلیت اور حقیقت سے کوسوں دور ہیں۔

ڈاکٹر محمد زبیدی نے اپنی کتاب "الارباباط الزمنی" میں رقمطراز ہیں:

"حقیقی اور اصلی تورات جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دی گئی تھی اس وقت سے ناپید ہے جب بخت نصر نے یہودیوں کو بابل جلاوطن کر کے یروشلیم کو تاراج کر دیا تھا اور یہاں تک سلیمانی میں آگ لگادی تھی، چنانچہ تورات کی حقیقت اور اصلیت معلوم نہ ہونے کی وجہ سے اب تک صحیح طور پر پتہ نہ چل سکا کہ تورات کس زبان میں لکھی گئی، لیکن قرآن اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ تورات مصری اور ہیر و غلی زبان میں لکھی گئی، جو حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کے تبعین کی زبان تھی۔

موجودہ تورات کو یہودی عالموں اور کاتبوں نے بابل میں جلاوطنی کے زمانہ (۵۸۶-۵۳۹ قبل مسیح) میں تحریف کر کے مرتب کیا، اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ موجودہ تحریف تورات حضرت موسیٰ علیہ السلام کے تقریباً آٹھ سو سال بعد لکھی گئی، کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام تیرہویں صدی قبل مسیح میں مبعوث ہوئے، موجودہ تورات عبرانی زبان میں ہے جس کی اصل آرمی زبان سے ہے، یہ آرمی مربع رسم الخط میں لکھی گئی ہے، جسے موجودہ زمانہ میں آشوری مربع رسم الخط کہا جاتا ہے۔

توریت میں تحریف کیوں کی گئی: حضرت موسیٰ علیہ السلام کے تبعین جو مملکت یہوداہ کے باقیات تھے اپنے نبی کی لائی ہوئی شریعت سے منحرف ہو گئے، بتوں کی پوجا کرنے لگے اور فلسطین واپسی پر ان کی توجہات ایک شخصی حکومت کے قیام پر مرکوز ہو گئیں چنانچہ اپنے اس ذہنی خواب کو شرمندہ تعبیر کرنے کے لیے ایک ایسا مذہب اور شریعت ایجاد

کر لی جو ان کی نفسانی خواہشات کے مطابق تھی، اور اس کے بعد یہودی عالم، ربی اور حاخام (یہودی پاپائے اعظم) تورات میں تحریف و تبدیلی اور باطل تشریح و تاویل کرتے رہے، یہاں تک کہ بابل کے زمانہ قیام میں تخریب تورات کے اندر نسل پرستی، بغض و عناد، سرکشی اور غیر یہودیوں سے نفرت پیدا ہو گئی، اور یہودی عالموں اور مانتات کے دلوں میں فلسطین واپس آ کر اپنی کوئی ہوئی سلطنت دوبارہ قائم کرنے کا جذبہ پیدا ہوا، چنانچہ اس مقصد کی تکمیل کے لیے یہودیوں نے ایک بار پھر اپنے منصوبہ و پلان کے مطابق تورات میں تحریف و تبدیلی کی، اور اس تحریف تورات کو اس مقصد کو بروئے کار لانے کے لیے نقطہ آغاز بنایا، حالانکہ ان کا یہ منصوبہ شریعت موسوی کے سراسر خلاف تھا کیونکہ اس منصوبہ کی اساس ہی اس بات پر تھی کہ یہود بحیثیت قوم تمام عیوب و نقائص سے منزہ ہیں اور یہودیوں کے علاوہ تمام نسل انسانی کم حیثیت ہے یہودی اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمام انسانوں سے زیادہ محبوب و پسندیدہ ہیں، حالانکہ یہودیوں کے یہ خیالات اصل تورات میں جس کی طرف قرآن کریم نے اشارہ کیا ہے، موجود نہیں ہیں۔

اس تحریف تورات کا ترجمہ دنیا کی ۳۱۲ زبانوں میں ہو چکا ہے جب کہ یورپین زبانوں کے تراجم اس کے علاوہ ہیں، خلاصہ کلام یہ ہے کہ موجودہ تورات بالکل تحریف ہے، اس میں نفس کی خواہشات کے مطابق تاویل و تشریح کی گئی ہے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اصل تعلیمات و ہدایات بالکل سخ کر دی گئی ہیں، اور من مانی زندگی گزارنے کا طریقہ پیش کیا گیا ہے، اس کے دلائل بے شمار ہیں، سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ اس تحریف تورات میں انبیاء بنی اسرائیل پر تہمت لگائی گئی ہے اور ان کی طرف نازیبا اعمال و باتیں منسوب کی گئی ہیں، جو کہ ان کے مقام رسالت و نبوت کے سراسر متناقض ہیں۔

سبق دیتا ہے کہ ہم اپنی تمام تر صلاحیتوں کو دشمن کے مقابلے میں لگا دیں، جدید سے جدید طرز جنگ اور اسباب جنگ کو اپنانے میں دریغ نہ کریں اور اگر اس راہ میں مصائب آئیں، پریشانیاں آئیں تو ہمیں خوشی برداشت کریں، اور پھر اللہ کی ذات پر پورا اعتماد رکھیں کہ وہ ہماری مدد فرمائے گا، اور اسلام کے خلاف یہ اتحاد پارہ پارہ ہو کر رہے گا۔

☆ ☆ ☆ ☆ ☆

دعائے مغفرت

دانش اختر ندوی (لاہور برین کتبہ کلیہ العربیہ، دارالعلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ) کے والد ماجد جناب اختر حسین عرفی آفاقی صاحب کا طویل علالت کے بعد مؤرخہ ۲۵ اگست ۲۰۰۷ بروز شنبہ صبح انتقال ہو گیا، اللہ وانا الیہ راجعون، اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرما کر انہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے، آمین

تاریخ تعمیر حیات سے مرحوم کے لیے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

مولانا برکت اللہ بھوپالی ایجوکیشن اینڈ سوشل سروس سوسائٹی (رجسٹرڈ) کے زیر اہتمام ہنگ آزاد کی عظیم مجاہد حضرت شیخ الہند کے شاگرد اور پہلی جلاوطن حکومت کے وزیر اعظم

پروفیسر مولانا برکت اللہ بھوپالی کی یاد میں قائم دینی و عصری تعلیم کے اہم مراکز

برکت اللہ پبلک ہائر سیکنڈری اسکول گاندھی نگر، مدھیہ پردیش، انڈیا اور

برکت اللہ گرلز ہائر سیکنڈری اسکول سلطانپور، ٹیلی فون ایجنسی کے سامنے، بھوپال، ایم پی، انڈیا

کلیہ برکت اللہ، کی تعمیر اللہ تعالیٰ کے فضل سے، جس میں بورڈنگ کا اعلیٰ سطحی انتظام ہوگا۔

مذکورہ اداروں میں عصری تعلیم کیساتھ دینی تعلیم کا بھی معقول انتظام ہے۔ غریب اور نادار مفلس طلبہ کو مفت تعلیم دی جاتی ہے

منجانب: حاجی محمد ہارون ایڈووکیٹ، بانی و ناظم اعلیٰ فون: 2642715، 0091-755-2543466

"رسد ختم ہو چکی ہے، موسم کا حال تمہارے سامنے ہے، یہود نے ساتھ چھوڑ دیا ہے اب محاصرہ بیکار ہے لہذا اب کوچ کرو" الغرض جو بادل اتنی زور شور سے گرجتا کڑکتا اٹھا تھا بغیر برسے ہوئے چھٹ گیا اور مدینہ کا مطلع ہمیشہ کیلئے صاف ہو گیا۔

آپ ﷺ نے فرمایا، اب قریش تم پر دوبارہ چڑھائی نہ کر سکیں گے،

﴿وَرَدَ اللَّهُ الَّذِينَ كَفَرُوا بِغَيْظِهِمْ لَمْ يَدْعُوا حَيْفًا﴾
آج ایک بار پھر دشمنان اسلام، اسلام کو مٹانے کیلئے ساز باز کر کے متحد ہو گئے ہیں، ایک دوسرے کے جانی دشمن اسلام کے خلاف صف آرا نظر آرہے ہیں۔ کفر ملکہ واحدہ کی زندہ مثال ہمارے سامنے ہے کیا یہود، کیا نصاریٰ، کیا ہندو، کیا دوسرے مذاہب کے پیرو، سب کو اگر کسی سے خطرہ ہے تو وہ ہے اسلام، یہی اگلی راہ کا روڑہ، اور آنکھ کا تڑکا ہے۔

لہذا ایسے میں

مسلماؤں کو اپنی تاریخ پر نظر رکھنی ہے ہمت نہیں ہارنی

ہے، بلکہ اپنے نبی کی سیرت اور اسلامی تعلیمات کو سامنے رکھنا ہے، اور ایسے مواقع کیلئے جو اسوہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اور صحابہ کرام نے پیش کیا ہے اس کو عمل میں لانے کی ضرورت ہے۔

مذکورہ امور میں عیوب و نقائص کو مٹانے کے لیے ضروری ہے، بدحواس ہونے سے بچنا،

کھودنا، فاقہ پر فاقہ کشی برداشت کرنا، اور دشمن کے سامنے سینہ سپر رہنا، ہم کو یہ

پھر ملے سے برسر بیکار ہوا تو تھوڑی دیر میں و باطل کی معرکہ آرائی ہوتی رہی، آخراً الحق و زہق الباطل کا سامنا سامنے آیا۔

عمر و حیدر کرار کے وار کی تاب نہ لا سکا خاک و خون میں لپٹ پت زمین پر ڈھیر ہو گیا۔

پھر اب کس کی مجال تھی کہ میدان میں ٹکڑا ہونے لپٹ جان کی امان چاہی اور کسی طرح جان بچا پکار خندق چھاند چھاند کر بھاگے لیکن صورت حال کی کھنڈی اپنی جگہ باقی رہی محاصرہ بڑھتا جا رہا تھا، موسم کی سختی روز افزوں تھی کہ یکا یک اللہ تعالیٰ اس صورت حال کا صل نکالتا ہے، نعم بن مسعود کو فرشتہ بنا کر بھیجتا ہے، وہ اسلام لایچکے ہیں لیکن ابھی مخالف جماعت کو اسے اسلام کی خبر نہیں ہے، وہ اپنی تدبیر سے دشمن کی صفوں میں ایسی بیٹھ ڈالتے ہیں اور شکوک و شبہات کا ایسا بیج بوٹتے ہیں کہ اب ہر جماعت جو متحد ہو کر اسلام کو مٹانے آئی تھی آپس ہی میں ایک دوسرے پر سے اعتماد کھو بیٹھتی ہے، اب حالت یہ ہو گئی ہے کہ ہر جماعت دوسری کو اپنے لئے خطرہ سمجھ رہی ہے مزید برآں اتنی بڑی فوج جو ملن سے دور ہے، اتنی طویل مدت گذر گئی ہے، رسد کی قلت ہے، انتظام و شوارہ بجا رہا ہے، پائے ثبات لڑ کھڑا رہے ہیں، حالات نے پلٹنا کھایا، اللہ نے اپنی نبی فوج کو مسلط فرمایا، بخت طوفانی آندھی چلتی ہے، حملہ آوروں کے خمیے اکھڑ جاتے ہیں، مٹا میں ٹوٹ ٹوٹ جاتی ہیں، چولھے سرد ہونے جاتے ہیں، ہانڈیاں الٹ الٹ جاتی ہیں، برتن اڑاڑ کر دور گرے جاتے ہیں، ایک عجیب سا ہے جانوروں پر بلکہ آدمیوں پر وحشت طاری ہے، بدحواس ہونے جاتے ہیں، اب اگلی ہمت جواب دے چکی ہے، ان کے حوصلوں پر اس پر چنگی ہے سارا نشانہ کا نور ہو چکا ہے، چیف کمانڈر ابو سفیان بھی ہمت ہار چکا ہے، اور اپنا آخری فرمان فوج کو ان الفاظ میں سناتا ہے:

پھر ملے سے برسر بیکار ہوا تو تھوڑی دیر میں و باطل کی معرکہ آرائی ہوتی رہی، آخراً الحق و زہق الباطل کا سامنا سامنے آیا۔

تلمود یہودیوں کی بہت اہم کتاب ہے، یہ تین سو گیارہ سال کی مدت میں مکمل ہوئی، اس وقت یہ بارہ جلدوں میں ہے جس میں تورات کے ہی اصول، ان کی تفسیر، بائبل مقدس کے واقعات کی تفسیر، فلسفیانہ مضامین، کہانیاں، رسوم و روایات اور تفسیلیں، ان لوگوں کی مذہبی زندگی کے واقعات جنہوں نے اسے تیار کیا، شامل ہیں، یہ تورات کے برعکس زبانی شریعت کہلاتی ہے، یہ شریعت تمام حالات میں ناقابل تبدیل رہی۔

یہودیوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام اور ان کی اولاد کے اقوال جمع کئے، اس کا نام "مشنہ" رکھا اور بعد میں اس کی تشریح و توضیح میں "جمارا" (گیمارا) نامی حصہ کا اضافہ کیا ان دونوں حصوں کے مجموعہ کو تلمود کہتے ہیں۔

تلمود دو حصوں پر مشتمل ہے ایک مشنہ جس کا ادب تذکرہ ہوا، دوسرا حصہ جمارا (گیمارا) ہے، یہ مشنہ کی شرح ہے اور اس کے بھی دو حصے ہیں، (۱) فلسطینی جمارا، (۲) بائبل جمارا فلسطینی جمارا ان تفسیرات، توضیحات اور بحثوں پر مشتمل ہے جو فلسطینی خصوصاً مدائن طبریہ کے یہودی علماء نے مشنہ کی توضیح و تشریح کے سلسلہ میں کئے، تیسری یا چوتھی صدی میں یہودی علماء نے ان کو ترتیب دیا۔ بائبل جمارا (گیمارا) ان بحثوں پر مشتمل ہے جو بائبل کے یہودی علماء نے مشنہ کی شرح و تفسیر کے سلسلہ میں کیں، اس کو پانچویں صدی عیسوی میں مرتب کیا گیا، فلسطینی جمارا کو فلسطینی تلمود اور جمارا بائبل کو بائبل تلمود کہتے ہیں۔

"مشنہ" اصل متن ہے جو پہلا قانونی لائحہ عمل تھا جس کو یہود نے تورات کے بعد وضع کیا، پھر دوسری صدی عیسوی کے آخر (۱۹۰-۲۰۰م) میں یعنی رومی بادشاہ تیتس کے پیکل سلیمانی کو تاراج کرنے کے ایک صدی بعد ربی یہودی بائبل نے متفرق اقوال جمع کر کے مرتب کیا، مشنہ ابتدائی ربیوں کا شرعی قانونی ضابطہ ہے، جسے یہودی حاخامات "فریسین" تحریک کے ظہور کے وقت سے نقل کرتے آ رہے ہیں (فریسین ان لوگوں کو کہتے ہیں جنہوں نے یہود کے عام مسلک سے بغاوت کر دی تھی، اس جماعت نے قانون شنوی کو ایجاد کیا، اور یہ جماعت یہودی پاپائے اعظم عزرا اور قدیم یہودی کا تاج و تاجی ہے، ظہور مسیح کے بعد اس جماعت کی سرگرمیاں اور تیز ہو گئیں، اور پھر وہ تخریبی اصول و مبادی مدون و مرتب کئے گئے جن پر فریسین کی دعوت کی بنیاد تھی، حضرت مسیح علیہ السلام نے اس کی مخالفت کی تھی، فریسین میں سب سے ممتاز شاؤل (پال) ہے جس نے عقیدہ تثلیث اور الوہیت مسیح کی آواز اٹھائی تھی)

فلسطینی تلمود کو مغرب کی تلمود بھی کہا جاتا ہے کیونکہ اس کی زبان مغربی آرامی ہے، فلسطینی تلمود بائبل تلمود کے مقابلہ میں آسان اور مختصر ہے، اس میں تاریخ، جغرافیہ اور آثار قدیمہ کے بارے میں معلومات ملتی ہیں بائبل تلمود مشرقی آرامی زبان میں ہے، یہ فلسطینی تلمود کے نسبت تین گنا بڑی ہے، یہودیوں کے نزدیک بائبل تلمود زیادہ مستند اور معتبر ہے۔

سہیل زین العابدین جمارا اپنی کتاب میں لکھتی ہیں کہ بیسویں صدی عیسوی کے اواخر میں تلمود کے جتنے ایڈیشن طبع ہوئے ہیں، ان میں بہت سے صفحات اور عبارتیں سادہ ہیں یا گول دائرے بنے ہوئے ہیں، لیکن قدیم نسخوں میں ان خالی صفحات اور محذوف عبارتوں کی جگہ نازیبا الفاظ اور گستاخانی باتیں ملتی ہیں جو حضرت مسیح، پاک دامن مریم بتول اور دیگر انبیاء کرام کی طرف منسوب کی گئیں ہیں، بہت سی شرحیں بھی منظر عام پر آچکی ہیں جن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ تلمود میں جو عیسوی فرہاء اور ہراطقہ کے القاب و الفاظ سے غیر یہودی قوموں کے لیے جو نازیبا باتیں کہی گئیں ان کا براہ

جب کہ وہ تلمود کی تعلیمات پر مکمل طور پر صدق دل سے عمل پیرا ہوا، اکثر یہود تلمود کو آسانی کتاب مانتے ہیں، اور اس کو تورات کا درجہ دیتے ہیں، ان کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ جو بھی یہودی تلمود کی مخالفت کرے اس کو قتل کر دیا جائے، کیونکہ تورات وحی مکتوب ہے اور تلمود وحی لسانی ہے جو شریعت مکتوب کے مساوی ہے، بلکہ بعض یہودی تلمود کو تورات پر ترجیح دیتے ہیں، خود تلمود کے نصوص میں اس کی وضاحت ملتی ہے۔

تلمود کسی روشن بینی میں یہودی عقائد خدا کے متعلق تلمود کا نظریہ تلمود میں مذکور ہے کہ یہ مکمل سلیمانی اور خود یہودی جس تباہی و بربادی سے دوچار ہوئے اس سے اللہ کو پشیمانی ہوئی، کیونکہ تلمود میں رائے میں "عصمت" اللہ کی صفات میں نہیں، تلمود میں یہ بھی مذکور ہے کہ اللہ شرار اور خیر دونوں کا سرچشمہ ہے، اور اللہ نے انسان کے اندر گھٹیا خصلت رکھی ہے پھر اس کو ایسی شریعت کا مکلف بنایا جس پر وہ اپنی گھٹیا جبلت کی وجہ سے چل نہیں سکتا، مینا شین کہتا ہے کہ اللہ رات کے وقت تلمود پڑھتا ہے (احیاء باللہ)

تلمود میں ایک جگہ مذکور ہے کہ جو تورات کا مطالعہ کرتے ہیں ان میں تو یہ احتمال ہو سکتا ہے کہ ان کا یہ عمل باعث فضیلت ہے یا نہیں، لیکن جو لوگ مشنہ پڑھتے ہیں وہ یقیناً فضیلت کا کام کرتے ہیں اور ان کو اس کا ثواب بھی ملے گا، اور جو لوگ جمارا پڑھتے ہیں ان کو اور زیادہ فضیلت حاصل ہوگی۔

ایک یہودی ربی نے ۱۵۰۰ء میں لکھا کہ تلمود کے احکامات متفق علیہ ہیں، جو بغیر مشنہ اور جمارا کے تورات پڑھتے ہیں وہ ان لوگوں کی طرح ہیں جو اللہ کے وجود کے منکر ہیں۔

یہودی قوم اور مذہب کی بقا اسی تلمود پر منحصر ہے، ایک زمانہ تلمود پر ایسا بھی گزرا جس میں عیسائی طاقتوں نے تلمود کو ختم کرنے کی کوشش کی، چنانچہ ۱۷۳۲ء کو پیرس میں تلمود جلانی گئی، اس طرح ۹ ستمبر ۱۵۳۳ء کو بہت سے یہودی ربیوں کے متون روم میں جلائے گئے، اور ۱۷۵۷ء میں پولینڈ میں تلمود کے بہت سے نسخے نذر آتش کئے گئے، جس کا مقصد یہودیت کو دباننا اور ختم کرنا تھا، لیکن تلمود نے ایک بار پھر مقبولیت حاصل کر لی ہے، اسے یہودی مدرسوں میں پڑھایا جاتا ہے، زراعت، تہواروں، شادی کے قوانین، رفاہ عامہ، خیرات اور سماجی انصاف سے متعلق اس سے رہنمائی لی جاتی ہے، گویا تلمود قانونی، شہری، عدالتی اور انسانی انسائیکلو پیڈیا ہے۔

یہودیوں کو تلمود کا نظریہ تلمود میں مذکور ہے کہ یہودی اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمام فرشتوں سے زیادہ محبوب ہیں، یہود اللہ تعالیٰ سے وہی عنصری تعلق رکھتے ہیں جو کسی بیٹے کو اپنے باپ سے ہوتا ہے، گویا یہودی رومیوں کی طرح اللہ ہی کا ایک جزو ہیں، چنانچہ جب کوئی غیر یہودی کسی اسرائیلی کو مارتا ہے تو گویا وہ خدا کو مارتا ہے، صرف اور صرف یہود ہی پسندیدہ و منتخب قوم ہیں۔

ہذا اگر یہود دنیا میں نہ ہوتے تو آفتاب طلوع نہ ہوتا، اور نہ زمین پر پندرہ ستاروں نے زمین سے برکت اٹھ جاتی، چنانچہ دنیا کی دیگر قومیں بغیر یہودیوں کے زندہ نہیں رہ سکتیں۔

اللہ نے تمام انسانوں کے مکائے ہوئے مال و منال پر یہود کو تسلط و تصرف کا اختیار کامل دے دیا ہے،

جو یہودی نہیں ہے اس کا مال، مال متروکہ کا حکم رکھتا ہے، یہودیوں کو یہ حق حاصل ہے کہ جس طرح چاہیں اسے اپنے قبضہ میں لائیں اور جس طرح چاہیں تصرف کریں، یہی حکم ان عورتوں کا ہے جو نساء یہود نہیں ہیں۔

اللہ نے اپنی پسندیدہ نسل یہود کے اختیار میں تمام حیوان اور انسانوں کو دے دیا ہے، اس لیے کہ اسے معلوم ہے کہ یہود کو جانوروں کی دونوں قسموں کی ضرورت ہے ایک تو وہ جانور جو بات چیت نہیں کیا کرتے، مثلاً چوپائے، طیور، دوسرے وہ جانور جو بات چیت کرتے ہیں، اس قسم میں مشرق و مغرب کے وہ تمام لوگ داخل ہیں جو یہودی نسل کے نہیں ہیں، اللہ نے ان سب کو ہمارے اختیار میں اس لیے دیا ہے کہ ہم ان سے جس طرح چاہیں اپنی خدمت لیں۔

ہر یہودی کا یہ فرض ہے کہ غیر یہودیوں کے قبضہ میں کسی مال کے جانے کو روکے تاکہ دنیا کے ہر مال کی ملکیت یہود اور صرف یہود کے لیے باقی رہے۔

ہر یہودی کو اگر فائدہ پہنچ رہا ہو یا کسی غیر یہودی کو نقصان پہنچ رہا ہو تو جو بھٹ بھولنا، بھولتی گواہی دینا اور دھوکہ فریب سے کام لینا نہ صرف جائز بلکہ واجب ہے۔

ہر غیر یہودی کی سلامتی یا اس کی بہتری کے لیے کوئی تمنا اپنے دل میں ہرگز نہ آنے دو۔

ہر اگر کوئی آبادی تمہارے قبضہ میں آجائے تو وہاں کے تمام لوگوں کو قتل کر دو، مٹکواس کی قطعاً اجازت نہیں ہے کہ اپنے پاس کوئی قیدی رکھو، عورت، مرد، بوڑھے، بچے سب قتل کر دیئے جائیں۔

ہر جس سرزمین پر یہودیوں کا قبضہ نہیں ہے وہ نجس و ناپاک ہے، اس لیے کہ پاک و طہر صرف یہودی ہوتے ہیں، اور وہ سرزمین پاک ہوتی ہے جس پر یہودیوں کا قبضہ ہو۔

(بقیہ صفحہ ۱۲ پر)

امریکی معاشرہ

مشاہدات کے آئینہ میں

مسلمان نسیم ندوی

چوتھی قسط

یورپ کی علمی رواداری کا ایک عبرتناک واقعہ اور پڑھتے چلیے، حکیم محمد سعید ایشیا کی معروف اور معتبر ہستی رہی ہے، ان کا شمار ان لوگوں میں ہوتا تھا جن کے پاؤں میں پکڑے ہوتے ہیں، ان کے سفرناموں کا ایک طویل سلسلہ ہے اور وہ بھی زیادہ تر یورپین ممالک کا، ان سفرناموں کا ایک خاص پہلو یہ ہے کہ وہ اپنے موضوع سے مربوط رہتا ہے، طب ان کا اور ذہن پختہ تھا اس لئے ان سفرناموں کا قلم نام بھی یہی ہے، اپنے سفرنامہ "ایک مسافر: چار ملک" میں قدرت اللہ شہاب کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

تعصب اور تنگ نظری

تمام تصاویر پیش کر دیں، نمائندہ اسرائیل حیران اور بنگلہ دہ گارہ گیا۔" (ایک مسافر: چار ملک - حکیم محمد سعید، صفحہ: ۳۱۰)

تعمصب اور تنگ نظری جن کی نظر یورپ کی خویش تاریخ پر ہے اور خصوصاً ریاستہائے متحدہ امریکہ میں یورپین نوآباد کاری کی تاریخ کا جنہوں نے جاڑہ لیا ہے ان کے لئے یہ بات نئی نہیں ہے کہ استعماری طاقتوں نے ہمیشہ ان کو تختہ مشق بنایا جو ان کے ہم جنس اور ہم نظر نہ تھے، ایسے موقعوں پر ان کی رواداری، فراخ دلی تنگ نظری اور تعصب کا پیکر بن گئی، ماضی میں سرخ ہندیوں پر امریکی مظالم اور کالوں کے خلاف کلیسا اور حکومت دونوں کا معاندانہ رویہ اس بات کی دلیل ہیں، محترم خواجہ غلام السید نے بھی امریکہ کے ایک سفر میں رواداری اور تنگ نظری کی اس چشمک کو چشم خود دیکھا، محترم خواجہ لکھتے ہیں:

"قدرت اللہ شہاب کے ایک کارنامے کو میں کبھی فراموش نہیں کر سکتا، وہ یونیورسٹی آف یورٹیکل کے رکن رہیں تھے، یہاں عربوں کا اسرائیل کے اسرائیل کے مدرسوں میں عرب بچوں پر تشدد ہو رہا ہے، اسرائیل کو اس سے انکار تھا، قدرت اللہ شہاب صاحب نے یہ فیصلہ کیا کہ وہ خود اسرائیل جائیں گے، چنانچہ انہوں نے تربیت حاصل کی اور ہمیں بدل کر خود اسرائیل پہنچ گئے، اور وہاں انہوں نے مدرسوں میں جا کر دیکھا، واقعی عرب بچوں پر تشدد کی انتہا یہ تھی کہ ان کو آگ پر سینکا تک جا رہا تھا، قدرت اللہ شہاب صاحب نے ان تمام مناظر کے فوٹو گرافی تیار کر لئے، ان کے پاس ریکارڈ لائبرری تھا، وہ ریکارڈ رہے تھے اور بار بار ریکارڈ لائبرری سے جلاتے تھے، یہ لائبرری اصل ایک کیمرا تھا، اس کے بعد یونیورسٹی آف یورٹیکل کا جلسہ ہوا، مسئلہ پھر وہی درپیش ہوا کہ عرب بچوں پر مدارس اسرائیل میں ظلم و تشدد ہو رہا ہے، اسرائیل کے نمائندے نے انکار کیا، قدرت اللہ شہاب صاحب نے

تمام تصاویر پیش کر دیں، نمائندہ اسرائیل حیران اور بنگلہ دہ گارہ گیا۔" (ایک مسافر: چار ملک - حکیم محمد سعید، صفحہ: ۳۱۰)

تعمصب اور تنگ نظری جن کی نظر یورپ کی خویش تاریخ پر ہے اور خصوصاً ریاستہائے متحدہ امریکہ میں یورپین نوآباد کاری کی تاریخ کا جنہوں نے جاڑہ لیا ہے ان کے لئے یہ بات نئی نہیں ہے کہ استعماری طاقتوں نے ہمیشہ ان کو تختہ مشق بنایا جو ان کے ہم جنس اور ہم نظر نہ تھے، ایسے موقعوں پر ان کی رواداری، فراخ دلی تنگ نظری اور تعصب کا پیکر بن گئی، ماضی میں سرخ ہندیوں پر امریکی مظالم اور کالوں کے خلاف کلیسا اور حکومت دونوں کا معاندانہ رویہ اس بات کی دلیل ہیں، محترم خواجہ غلام السید نے بھی امریکہ کے ایک سفر میں رواداری اور تنگ نظری کی اس چشمک کو چشم خود دیکھا، محترم خواجہ لکھتے ہیں:

"آج کل امریکہ میں کرچیف کی آمد کی دھوم ہے، اور اس بات پر ہر جگہ چرچا اور بحث ہے کہ ان کے ساتھ کیسا سلوک کیا جائے اور نیویارک یا اس کے باہر گھومنے دیا جائے یا محض "من ہائن" کے جزیرے میں کہ U.N.O کا مقام ہے محدود رکھا جائے؟..... آخر یہ بچوں کی سی حرکتیں کیوں؟ مجھے ریاست کننگلی (جس میں یہ کالج واقع ہے) کے ایک اخبار میں یہ اڈیشنریل پڑھ کر خوشی ہوئی کہ امریکہ یو۔این کے میزبان کی حیثیت رکھتا ہے اور اس کا فرض ہے کہ ہر وفد اور ہر شخص کا DIGNITY کے ساتھ خیر مقدم کرے اور چھوٹے پن کی حرکتیں نہ کرے..... یہاں بہت سی خوبیوں کے ساتھ ایک خاص غیر چنگلی اور تنگ نظری ہے جو ایک زبردست قوم

کے شہاں شان نہیں..... لیکن ابھی تک ان کے اخباروں اور عام پبلک میں ضبط اور متانت کا انداز پیدا نہیں ہوا، چنانچہ کیوبا کے DICTATOR CASTRO اور ان کی پارٹی کے بارے میں (جو یو۔این کے جلسہ میں شریک ہونے آئی ہے) اور کیوسٹ خیالات کی وجہ سے امریکہ میں بہت نامقبول بلکہ مقہور ہے، ان کے بارے میں نامہ نگاروں کی طرف سے ہر قسم کی خراب اور ناشائستہ باتیں چھاپی جا رہی ہیں، یہاں تک کہ وہاں پر روز عورتوں کا ایک سلسلہ جمع رہتا ہے جن کو یہ لوگ اپنے ہوٹل میں بنا لیتے ہیں، ضمناً یہ کہ یہ وفد پہلے ایک "سفید" ہوٹل میں ٹھہرا تھا لیکن اس ہوٹل کے لوگوں نے ان کے ساتھ بد سلوکی کی جس کی وجہ اب حبشی علاقہ "پارلم" کے ہوٹل میں منتقل ہو گئے ہیں۔" (ص: ۳۵۱)

ابھی حال ہی کا ایک واقعہ اور پڑھ لیجیے، واضح رہے کہ ایران کے سیاسی موقف کو ہم مشرق وسطیٰ بحر ان کا نہ قطعی حل سمجھتے ہیں اور نہ ہی اس کے موقف کو شکوک و شبہات سے بالاتر مانتے ہیں، اس حقیقت کے اظہار کے باوجود یہ تسلیم کرتے ہیں کہ چند سال پہلے امریکی صدر احمدی نژاد نے ایران میں ہولو کاسٹ پر ایک عالمی کانفرنس منعقد کرنے کا ایک جرأت مندانہ اقدام کیا تھا، جس میں اس تاریخ ساز المیہ کی حقیقت اور واقعیت کو موضوع بحث بنایا گیا تھا، یہ اقدام تو کوئی نئی بات تھی اور نہ کوئی خرق اجتماع تھا، اس لئے کہ یہ موضوع اس سے پہلے خود یورپ میں زیر بحث رہا ہے، اور جب کوئی چیز مختلف فیہ ہو جائے تو وہ تحقیق و تجزیہ اور تنقید کی کسوٹی سے بلند کیے ہو سکتی ہے؟ احمدی نژاد نے کانفرنس منعقد کرا کے دراصل اسی حقیقت کی ترجمانی کی تھی، لیکن یہ بات مغرب میں رواداری اور آزادی کے علمبرداروں کے حلق سے نہیں اتری، حال ہی میں احمدی نژاد نے امریکہ کا دورہ کیا تو ایسا لگا کہ جیسے ایک طوفان برپا ہو گیا، کیا میڈیا اور کیا تعلیمی ادارے سبوں نے مل کر ایرانی صدر کی اس جرأت کا خوب خوب انتقام لیا، ایسے ہی موقعوں پر یورپ کی رواداری کا مجرم ٹھہرا جاتا ہے۔

ازیں قلم ایک خبر یہ بھی آئی تھی کہ دو اسکالروں

نے ہولو کاسٹ کو موضوع بحث بنایا تھا جس کے پاداش میں ان کو قید کر دیا گیا، کیا اسی کا نام علمی رواداری ہے؟ امریکہ میں سونے اور چاندی کی دریافت، ویسی آبادی کی تباہی، زبردستی غلام بنانے کی مہم، قدیم ویسی باشندوں کی امریکی کانوں میں تدفین، ہندوستان اور ویسٹ انڈیز پر فاتحانہ بغاوت اور ان کی لوٹ کھسوٹ، اور افریقہ کے براعظم کا کالی چمڑی کے لوگوں کی تجارت کے لئے شکار گاہ بننا، یہ وہ بنیادیں تھیں جن پر سرمایہ دارانہ نظام کے دور جدید کی عمارت کھڑی کی گئی، سرمایہ دارانہ نظام جیسے جیسے ترقی کرتا گیا ویسے ویسے لوگوں اور قیلموں میں کام کرنے والوں کی زندگیاں اجیرن ہوتی گئیں، یہ زندگیاں کیا تھیں، عذاب کا ایک بیجا جانتا منظر تھیں، لوگ موت کو زندگی پر ترجیح دیتے تھے، عوام الناس امیر و غریب دو الگ الگ طبقوں میں بنتے چلے گئے، دونوں کے درمیان نہ پائی جانے والی خلیج حائل ہوتی چلی گئی، امیروں کا جہاں الگ اور غریبوں کا جہاں الگ، غریبوں کی دنیا اقتدار و برتری تھی اس کا اندازہ ایک تحقیقی کتاب کے ایک اقتباس سے لگایا جاسکتا ہے، جس میں ٹومیس ہیتھ کا جو ایک جولا تھا، بیان دیا گیا ہے:

"سوال: تمہارے کتنے لڑکے ہیں؟

جواب: دو لڑکے تھے لیکن شکر ہے کہ دونوں مر گئے۔

سوال: کیا تم کو ان کے مرنے سے سکون ہوا؟

جواب: جی ہاں بہت! اس احسان کے لئے خدا کا بہت بہت شکر گزار ہوں کہ ان کی پرورش کے بوجھ سے نجات پا گیا، وہ غریب بیماریاں بھی اس فانی زندگی کے عذابوں سے نجات پا گئیں۔" (جریدہ، پاکستان لاہور ۱۹۲۳)

دوسری طرف نسلی امتیاز، رنگ و نسل کا فرق امریکیوں کا دین و ایمان قرار پایا، اس نے نو کروڑ سرخ ہندیوں کی جان لے لی، اور اس طرح لی کے اس پر ہٹلر اور چنگیز کے مظالم شرمناک تھیں، عیسائیت کا زوال اس وجہ سے بھی ہوا کہ وہ نسلی امتیاز کے راستے پر رواں دواں

ہو گئی، آج تک کلیسا کا استغف افریقہ کا حبشی پادری منتخب نہیں ہو سکا، پوپ پال کی فنی سپاہ جو دنیا کی مختصر ترین فوج ہے اس کے سپاہی ہمیشہ سوئٹزر لینڈ کی گوری نسل سے لئے جاتے رہے، دو سال قبل پہلی مرتبہ سپاہ مختصر میں کالے سپاہیوں کو بھرتی کا پروانہ عطا کیا گیا۔ (جریدہ، پاکستان ۱۹۷۲)

آج امریکی معاشرہ یا ایڈوین تہذیب میں دونوں عنصر ایک ساتھ جمع ہو گئے، اس لئے اس کا وہ ظلم و ستم و آتش ہو گیا ہے جس کا نشانہ وہاں کی کالی آبادی بن رہی ہے۔

دلوں کو تعصب نے سیاہ کر دیا ہے

محترمی خواجہ آسٹریلیا گئے، وہاں ایک ایسے ہی منظر کی تصویر کشی کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"..... لیکن یہاں آکر اندازہ بھی ہوا کہ جنوب میں حبشیوں کے ساتھ کیسا سلوک کیا جاتا ہے، مقامی تعصب کا یہ حال ہے کہ گونا گج میں حبشی استادوں کے ساتھ ساتھ چند سفید استاد بھی ہیں (زیادہ تر غیر امریکی؟) اور وہ آپس میں ملتے جلتے ہیں لیکن کالج CAMPUS کے باہر ان کی دنیا ایک علیحدہ دنیا ہے اور ان میں سماجی میل جول نہیں، ملتے ہیں تو چوری چھپے ان کے اسکول، ویٹنگ روم، بسیں وغیرہ سب جدا جدا ہیں" یہ سیاہ لوگوں کے لئے ہیں، یہ سفید فام لوگوں کے لئے ہیں جن کے دلوں کو تعصب نے سیاہ کر دیا ہے، کیا دل کا سیاہ ہونا رنگ کے سیاہ ہونے سے بہتر ہے؟ جگہ جگہ یہ نوٹس دیکھ کر مجھے ایک قسم کی ذلت کا احساس ہوتا تھا، چنانچہ اپریل پورٹ پر میں نے سفید ویٹنگ روم کے بجائے سیاہ ویٹنگ روم کا رخ کیا..... لطف یہ ہے کہ حکومت اور ہائی کورٹ کا فیصلہ ہو چکا کہ اس قسم کی علیحدگی امریکی دستور کے خلاف ہے لیکن جنوب کی ریاستوں نے ابھی تک اس فیصلے کی پوری تعمیل نہیں کی، چنانچہ انہوں نے حبشی دوڑوں کا حق تلف کرنے کے لئے ٹنسکی کی کالج کے علاقے کو میونسپل حدود سے باہر کر دیا تاکہ کمپٹی میں ان کو اکثریت حاصل ہو..... ان کا نام رجسٹر کرنے میں روڑے لگانے جاتے ہیں....." (ص: ۳۵۲)

جب وہ جنگ لوں میں

تعمصب کا رد عمل: خدا کا رنگ کالا یا گودا؟

جب کوئی چیز حد سے گذرتی ہے تو کیا رنگ لاتی

انسانی "جانوروں" کا شکار کیا کرتے تھے

ایک کانفرنس میں شرکت کے بعد محترم خواجہ اپنے تاثرات قلم بند کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"اس ضمن میں کہیں کہیں گفتگو اور تقریر کے دوران آسٹریلیا کی "سفید پالیسی" کا ذکر بھی آیا جس کا اصول یہ ہے کہ نہ خود کھائے نہ دوسروں کو کھانے دے، گوا بھی تک حکومت اور اکثریت کا یہی اصول سیاست ہے لیکن یہ خوشی کی بات ہے کہ کہیں کہیں ایسے حلقے بھی ہیں جو اس کو ناپسند کرتے ہیں اور اس کی مخالفت کرتے ہیں، یہ معاشرتی نا انصافی کی ایک مثال ہے، دوسری مثال وہ سلوک ہے جو آسٹریلیا کے قدیم باشندوں کے ساتھ کیا جاتا ہے جس کی وجہ سے وہ انسانی حیثیت سے گری ہوئی

زندگی بسر کرتے ہیں اور ان کی تعداد گھٹ کر ساٹھ ہزار پر آ گئی ہے! ایک زمانہ تھا جب یہ بے درد لوگ جنگوں میں ان کا شکار کرنے اس طرح جاتے تھے جس طرح جانوروں کا شکار کیا جاتا ہے، اب وہ صورت حال تو نہیں رہی لیکن ابھی تک مشترک انسانیت کا احساس مفقود ہے، انہیں ایک گھٹیا نوع سمجھا جاتا ہے، جن میں سے جو لوگ سفید باشندوں کی بستیوں کے قریب آ گئے ہیں ان کی تو حالت بہت ہی خراب ہے، وہ محض بھیک پر گزارہ کرتے ہیں، اور اسٹیشنوں پر جب ریل گذرتی ہے (یہ چیز میں نے مغربی آسٹریلیا کے صحرائی علاقے میں دیکھی) تو وہاں آکر کھڑے ہو جاتے ہیں (مرد، عورتیں، بچے) اور مسافر انہیں کھانے کی چیزیں دیتے ہیں، ان کے فوٹو لیتے ہیں، بد سلوکی نہیں بے اعتنائی ہے یا وہ دلچسپی جو کسی عجیب قدرتی منظر یا ABNORMALITY کو دیکھ کر ہو سکتی ہے، بعض لوگ مثلاً پادری CHRALES DUGWIL نے اس کے خلاف سخت احتجاج کیا ہے اور رسالے اور کتابیں لکھی ہیں....." (۱۸۶)

تعمصب کا رد عمل: خدا کا رنگ کالا یا گودا؟

جب کوئی چیز حد سے گذرتی ہے تو کیا رنگ لاتی

تعمصب کا رد عمل: خدا کا رنگ کالا یا گودا؟

جب کوئی چیز حد سے گذرتی ہے تو کیا رنگ لاتی

مولانا عبدالماجد دریابادی اور بھوپال

(۱۵ مارچ ۱۸۹۲ء - ۶ جنوری ۱۹۷۷ء)

سید شرافت علی ندوی، بھوپال

خوشگوار احساس تھا جس کا ذکر حضرت نے اپنی مجلس (۲۰ جنوری ۱۹۶۸ء مابین عصر و مغرب) میں اس طرح فرمایا "میں نے مولوی عمران خاں صاحب کو بلا کر سمیٹیں کر دیں، اتفاق سے اسی دن مولوی عبدالماجد دریابادی تشریف لائے تھے، اگلے روز صبح ان کو خانقاہ میں آنا تھا، مولوی عمران صاحب کو بتا لیا تھا کہ اس حالت میں (حضرت صاحب کی طبیعت ناساز تھی) ان کو لائیں، میں نے کہا یہی وقت مغز کی بات کا ہے، جب ظاہری قوی ضعیف ہو جائیں تو اصل خالص بات نکلتی ہے، جب بادام کا خول توڑا جاتا ہے اور اس کی گری نکلتی ہے تو پھر روغن بادام حاصل کیا جاتا ہے، میں نے مولوی صاحب کو اندر ہی بلا لیا اور دیر تک کہتا رہا، مولوی صاحب نے اپنی بلند نظری سے ان باتوں کو بہت اہمیت دی، مجھے کچھ یاد نہیں کہ میں نے کیا کہا، اتنا یاد ہے کہ ان پر رقت طاری تھی، انہوں نے ان باتوں میں سے ایک بات "صدق" میں بھی لکھی ہے۔ (حسبہ بالہ دل، مولانا ابوالحسن علی حسینی ندوی)

خانقاہ مجددیہ میں مولانا دریابادی کئی مرتبہ تشریف لائے، بھوپال میں جب بھی آپ کا آنا ہوتا تھا دیگر مجلسوں اور تقاریر میں اہل بھوپال کو کچھ نہ کچھ دے کر جاتے تھے، لیکن سلوک و معرفت کی اس خانقاہ سے بہت کچھ لے کے جاتے تھے، الحمد للہ خانقاہ مجددیہ سے آج بھی قلوب و اذہان کو سلوک و معرفت، للہیت اور فکر آخرت کا فیض ملتا ہے، مولانا شاہ محمد یعقوب صاحب مجددی کے صاحبزادہ اور چچا زادہ تھیں حضرت مولانا محمد سعید صاحب مجددی اس دراست کے حامل اور امین ہیں۔

مولانا دریابادی نامکمل تاج المساجد کی تعمیر جدید کے سنگ بنیاد اور پھر اس کے افتتاح کے موقع

میاں کا استرشاد کا تعلق رہا، حضرت کی مجلسوں میں شرکت کے لیے حضرت مولانا علی میاں نے بھوپال کے کئی سفر کئے جو کچھ سنا اور دل کو لگا وہ شائع کرتے رہے، الفرقان لکھنؤ کے شماروں میں حضرت کے ملفوظات شائع ہوئے، مولانا دریابادی نے یہ ملفوظات کیا پڑھے حضرت کے مرید ہو گئے اور بھوپال کے لیے بے تاب ہو گئے، ۱۹۶۷ء کے ماہ اکتوبر کے اخیر عشرہ میں بالآخر بھوپال آچینے اور خانقاہ مجددیہ میں حاضر ہوئے اور پھر جو کچھ لے کر گئے اس کا اندازہ انہیں کی تحریر سے لگا لیجئے "بعد حضرت تھانوی کے پھر اگر کسی کی درویشی اپنے دل میں بیٹھی ہے تو وہ بھوپال کے شیخ طریقت شاہ محمد یعقوب صاحب نقشبندی تھے، اتنی انکساری اور تواضع کے ساتھ ایسی بابرکت صحبت اور حکمت و معرفت سے لبریز ایسی گفتگو میں کہیں اور نہ دیکھے میں آئیں اور نہ سننے میں، حاضری کا موقع شاید کل دو ہی تین بار ہوا اور اس میں بھی ایک موقع پر حضرت خود سخت بیمار تھے لیکن ان چند گفتگوں کے اندر طبیعت کو وہ کیف، وہ لطف آ گیا جس کے لیے دوسروں کے آستانہ پر بدتوں امیدواری کرنا پڑی" (ص: ۲۳، معاصرین، مولانا عبدالماجد دریابادی)

خانقاہ مجددیہ میں مولانا عبدالماجد دریابادی کی اس حاضری کا خود مولانا شاہ محمد یعقوب مجددی کو

مولانا عبدالماجد دریابادی ماضی قریب کے ان جلیل القدر علماء اور مصنفین میں سے ایک یادگار شخصیت ہیں جنہوں نے بلاشبہ ۱۸۵۷ء کے بعد ہندوستانی ملت اسلامیہ کی نشاۃ ثانیہ کے صحیح اور صادق تعمیر خواب دیکھے اور حتی الوسع ان کی تکمیل بھی کی، علامہ شبلی نعمانی، سرسید اور علامہ سید سلیمان ندوی جس کتب فکر کے حامل و امین سمجھے جاتے ہیں مولانا دریابادی اسی کتب فکر کے داعی اور مبلغ تھے علم و ادب کا حسین امتزاج تعمیر کرنے والا یہ مفسر قرآن جہاں ادب و انشاء کا امام وقت نظر آتا ہے وہیں شریعت و تصوف کی ضیاء یوں سے اپنے دل و دماغ کو معمور کرتا ہوا بھی نظر آتا ہے۔

سرزمین بھوپال سے مولانا دریابادی کا دینی اور روحانی تعلق رہا ہے شاہ محمد یعقوب صاحب مجددی عرف نئے میاں (متوفی ۱۹۷۰ء) حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسینی ندوی (متوفی ۱۹۹۹ء) اور مولانا عمران خاں صاحب ندوی (متوفی ۱۹۸۶ء) یہ وہ حضرات ہیں جو مولانا دریابادی کی بھوپال تشریف آوری اور افادہ و استفادہ کا باعث اور سبب بنے۔

بھوپال میں سلسلہ مجددیہ کی مشہور اور عوام و خواص کی مقبول و محبوب شخصیت مولانا شاہ محمد یعقوب صاحب مجددی سے حضرت مولانا علی

ورنہ یہ آگ کا وہ شرارہ ثابت ہوگا جو امریکی آشیانہ کو جلا کر خاکستر کر دے گا" (دومینے امریکہ میں، صفحہ: ۱۶۷) کالوں کی آبادی کی ذبوں حالی اور اس کی ذمہ داری "ڈاکٹر عبد السلام انصاری کے یہاں پہنچ کر ہم لوگوں نے ناشتہ کیا، پھر کچھ آرام کیا، اس کے بعد ڈاکٹر صاحب نے شیکاگو کے کچھ علاقوں کی ہم لوگوں کو سیر کرائی جس میں خاص طور کالوں کا ایک محلہ دکھایا، ہم لوگ کالوں کا محلہ اس لئے بھی دیکھنا چاہتے تھے کہ یہ انداز کر سکیں کہ امریکہ میں ان کی پسماندگی کس طرح کی ہے اور اس کا بظاہر سبب کیا ہے، کیا صرف یہی سبب ہے کہ گورے ان کے ساتھ امتیازی برتاؤ کرتے ہیں، اور ان کی ترقی میں حائل ہوتے ہیں یا خود کالوں کی سستی اور نالائقی بھی اس کا سبب ہے، بہر حال ہم لوگوں نے اس محلہ میں ہندوستانی مخلوق کی طرح ابتری اور گندگی دیکھی، اسی کے ساتھ کالے لڑکوں کو سڑک پر آوارہ پھرتے اور وقت ضائع کرت دیکھا اور بڑوں کو بعض جگہ بے سود مشغلوں میں بھی پایا، فٹ پاتھ نا صاف اور بعض بعض جگہ بجلی کے کھمبوں کو روشنی سے ویران پایا، ان سب کو دیکھ کر یہ رائے قائم ہوئی کہ کالوں کی خود اپنی سستی اور کوتاہی کا خاصا دخل ہے ورنہ وہ باتیں جو صرف ان کے کرنے کی ہیں وہ تو کر ہی سکتے تھے، اس کے بعد حکومت یا گوروں کی شکایت بجا ہوتی، اگرچہ گوروں کو بھی ذمہ داری سے بری نہیں کیا جاسکتا، کیونکہ اس علاقہ کی پسماندگی کو دور کرنے کے لئے کارپوریشن کے وسائل کیوں سرگرم عمل نہیں ہوتے؟ اور کیوں ان کی طرف سے بے توجہی برتی جاتی ہے، بہر حال افسوس ہوا اور یہ بھی اندازہ ہوا کہ اس پسماندگی، جہالت اور بے کاری کے بعد ان لوگوں میں جو بھی بے راہ روی اور غنڈہ گردی پیدا ہو تو زمین قیاس ہے.....

کھیں یہ آگ شرارہ نہ بن جائے امریکہ کے گوروں کو سمجھنا چاہیے کہ کالوں کی پسماندگی صرف کالوں کے لئے ہی مصیبت نہیں ہے بلکہ یہ بڑھ کر سارے ملک کے لئے خطرہ بن سکتی ہے، قوم کا ایک جزا اگر بے راہ روی اور غنڈہ گردی، لوٹ مار اور من مانی زندگی کا خاکر ہوگا تو وہ سارے ملک کو تباہ کر سکتا ہے، چنانچہ امریکا کے قتل، اغوا، ڈکیت سب اسی غلط کاری کا نتیجہ ہے کہ قوم کے ایک جز کو تکلیف دہ حالات میں مبتلا رہنے دیا جائے، اسی طرح کی صورتحال کی جھلکیاں ان جمہوری وغیر جمہوری ملکوں میں بھی پائی جاتی ہے جہاں اقلیتوں یا پسماندہ ذاتوں کے ساتھ بے اعتنائی اور حق تلفی کا برتاؤ کیا جاتا ہے وہاں بھی یہ بات پورے ملک اور قوم کے لئے خطرہ کی گھنٹی بن گئی ہے..... یہ سچ ہے کہ حکومت کی طرف سے ہر امریکی کو اگر وہ بے روزگار ہے، بے روزگاری کا وظیفہ ملتا ہے اور کوئی شخص تنگ بھوکا نہیں رہ سکتا اور اس طرح کے وظائف یہ کالے لوگ سب سے زیادہ حاصل کرتے ہیں اور جان بوجھ کر بے کار رہتے ہیں لیکن امریکی حکومت کو بے روزگاروں کا وظیفہ جاری کر دینے پر اکتفا نہیں کرنا چاہئے بلکہ ملک کے عوام میں شائستگی اور تعلیم کا یکساں معیار قائم کرنے کی طرف بھی توجہ کرنا چاہئے،

(دومینے امریکہ میں، صفحہ: ۱۶۷) (جاری)

کاسفید امریکیوں کے مقابلہ میں پسماندہ اور غریب ہونا تعجب کی بات نہیں، بے اخلاق اور خدافراشوس زندگی کے ساتھ اگر غربت اور پسماندگی بھی اکٹھا ہو جائے تو پھر بجز ماز زندگی کی گنجائش بہت بڑھ جاتی ہے، چنانچہ شیکاگو اور نیویارک ہی نہیں سارے امریکہ میں سفید فاموں کو کالوں سے بڑی پریشانی ہے، ان کالوں کے ذریعہ چھوٹے اور عام جرائم خوب وجود میں آتے ہیں، تھوڑی رقم حاصل کرنے کے لئے یا وقتی حفظ حاصل کرنے کے لئے قتل اور بروری بڑی کا چلن ہو گیا، امریکہ میں چونکہ پھانسی کی سزا ختم کی جا چکی ہے اس لئے قتل کی خواہش رکھنے والے کو بھی زیادہ خوف نہیں ہوتا، اگر معاش کی کسی کو گنگلی بھی ہو تو پھر عمر قید کی باری ہے، اس میں کم از کم معاشی تکلف تو رہتا ہے۔

کھیں یہ آگ شرارہ نہ بن جائے امریکہ کے گوروں کے مقابلہ میں انتقامی جذبہ رکھنے لگے، اور اس کے نتیجے میں چوری، قتل، اور جرائم کا فروغ ہوا، اس میں انسانہ بات سے بھی ہوا کہ کالے عام طور سے غریب اور زندگی کے ترقی یافتہ ذرائع سے خاصی حد تک محروم رکھے جاتے رہے، ایسی صورت میں کالے لوگ اپنے مطلوبہ یا مفروضہ حقوق کو غیر قانونی طریقہ سے حاصل کرنا صحیح سمجھتے رہے....." (دومینے امریکہ میں، صفحہ: ۱۵۳)

کالے امریکیوں کی آبادی اور ان سے بے اعتنائی کا رد عمل حضرت مولانا مزید فرماتے ہیں: "شیکاگو شہر میں بھی کالے امریکیوں کی آبادی خاصی ہے، البتہ پورے امریکہ میں ان کی آبادی ۲-۳ کروڑ کے درمیان ہے، انٹیٹ کے لحاظ سے سب سے زیادہ نیویارک انٹیٹ میں بسے ہوئے ہیں، امریکہ میں جرائم کی کثرت بھی زیادہ تر ان ہی کی طرف منسوب کی جاتی ہے، خاص طور پر شیکاگو زیادہ بدنام رہا ہے، کالے لوگ ملک میں زیادہ پسماندہ بھی ہیں اور اس میں کوئی تعجب کی بات بھی نہیں کیونکہ سفید امریکیوں کے مقابلہ میں ان کی طرف سے جو عام بے اعتنائی برتی جاتی ہے اور اب بھی ایک حد تک برتی جا رہی ہے، اس کے نتیجے میں ان

ہے اس کا اندازہ حضرت مولانا سید محمد رابع حسینی ندوی (دامت برکاتہم) کے اس اقتباس سے لگائیے: "کالے مسلمان دراصل امریکہ ہی کے کالوں کی آبادی کا ایک حصہ ہیں، ان کی تاریخ امریکہ کے کالے باشندوں کے اس وقتی احساس اور عمل سے وابستہ ہے جو سفید فام باشندوں کے مظالم اور خراب طرز عمل سے پیدا ہوتا رہا ہے اور جس کے نتیجے میں کالے باشندوں میں وہ بغض و نفرت پیدا ہوئی کہ انہوں نے یہ تک کہنا شروع کیا کہ خدا کا رنگ کالا ہے، گورا نہیں ہے، کیونکہ کوئی اچھی چیز گوری نہیں ہو سکتی، چنانچہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جن کے متعلق گورے ہونے کا ظلم ہوا، انہوں نے اچھا نہیں مانا، کالوں کو گوروں کے مظالم اور زیادتیوں کے اثر سے ایسا بغض پیدا ہوا کہ وہ گوروں کے مقابلہ میں انتقامی جذبہ رکھنے لگے، اور اس کے نتیجے میں چوری، قتل، اور جرائم کا فروغ ہوا، اس میں انسانہ بات سے بھی ہوا کہ کالے عام طور سے غریب اور زندگی کے ترقی یافتہ ذرائع سے خاصی حد تک محروم رکھے جاتے رہے، ایسی صورت میں کالے لوگ اپنے مطلوبہ یا مفروضہ حقوق کو غیر قانونی طریقہ سے حاصل کرنا صحیح سمجھتے رہے....." (دومینے امریکہ میں، صفحہ: ۱۵۳)

تعمیر حیات - ۱۲۵، ستمبر ۲۰۰۷ء

چشم بینا قدرت کا عجیب و غریب شاہکار

محمد شاہد ندوی

آنکھ اللہ رب العزت کی تخلیقات میں ایک حسین و جمیل شاہکار ہے اس کو اللہ تعالیٰ نے ایک صاف شفاف آئینہ بنایا جس کے ذریعہ انسان تمام چیزوں کو دیکھتا ہے اس کے عجیب و غریب اسرار و حکم اور انسانی زندگی کے لیے اس کی ضرورت و اہمیت کی تشریح میں ایک دفتر درکار ہے۔

آنکھ ایک ایسا قیمتی جوہر ہے جسے مال و دولت کے ذریعہ خریدنا ممکن نہیں انسان اس کے ذریعہ اپنی تمام ضروریات زندگی پوری کرتا ہے جن کا دید و نش سے بنیادی تعلق ہے ساتھ ہی قدرت کے تخلیق کردہ فطری حسن و جمال سے لطف اندوز ہوتا ہے اور فائدہ اٹھاتا ہے، آنکھ ایسی قیمتی نعمت ہے جو انسان کو کائنات کی رنگینیوں اور اس کی بوقلمونیوں کا مشاہدہ کراتی ہے اسی نعمت کے ذریعہ وہ خدا کے جلووں کو اس کی کائنات کے مختلف مظاہر میں دیکھتا ہے وہ زمین و آسمان کے عجائبات میں خدا کے وجود کا مشاہدہ کرتا ہے اگرچہ خدا کو براہ راست ان آنکھوں سے نہیں دیکھ یا تا لیکن جب انسان خدا کی قدرت و کرم سازی کے نظاروں کو کھلواتا ہے تو گونا گوں رنگوں میں دیکھتا ہے اور اسی چشم بینا کے مشاہدات کی بنیاد پر زندگی کے لیے تمام تجربات سے گزرتا ہے جو حیات انسانی کے شیب و فراز میں تحفظ و بقا اور عروج و ارتقاء کے منازل سے ہمکنار کرتے ہیں تو پھر انسان بجا طور پر اس حقیقت کا اعتراف یوں کرتا ہے۔

تاریخ کے درجوں میں ہمیں ایسے صاحب علم و کمال اشخاص ملتے ہیں جو نابینا ہونے کے باوجود دنیا کے عظیم ترین عالم و فاضل، مفسر، محدث، مجاہد، فقیہ، ادیب اور شاعر بنے مثلاً فن تفسیر میں امام تفسیر حضرت قتادہؒ، فن حدیث میں محدث حضرت حماد بن زیدؒ، فن فقہ میں فقیہ زبیر بصریؒ، فن نحو میں ابو جعفر شوخیؒ، فن تجوید میں امام اتحید امام شاطبیؒ، ادب و انشاء میں ادیب شہیر ابو العلاء المعریؒ، شعر و شاعری میں بشار بن برد وغیرہ قابل ذکر ہیں جنہوں نے مختلف قسم کے دینی و دنیوی علوم و فنون حاصل کرنے کے بعد انہیں فروغ دیا اور قابل قدر کتابیں تصنیف کیں اور انے والی نسلوں کے

لیے مثال قائم کر گئے اور کبھی بھی بے بصارت ہونے پر بے صبری و ناشکری کا اظہار نہیں کیا۔

حدیث شریف میں بینائی گم ہونے پر صبر و شکر کرنے والوں کو جنت کی بشارت دی گئی ہے "قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم: ان اللہ عزوجل قال: اذا ابتلیت عبدی بحبیثتہ فصر عوضتہ منہا الحنة یرید عینہ" (بخاری)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ جب میں اپنے بندہ کی محبوب چیز یعنی آنکھوں کے بارے میں آزمائش کرتا ہوں اور اس پر وہ صبر کرتا ہے تو میں اس کے عوض اس کو جنت عطا کرتا ہوں۔

اس قیمتی اور جلیل القدر نعمت کا حق یہ ہے کہ انسان اس کی حفاظت کرے اور اس کو نا محرم اور ناجائز امور کو دیکھنے سے محفوظ رکھے۔

ارشاد خداوندی ہے ﴿قُلْ لِلْمُؤْمِنِينَ يَعْضُوا مِنْ آبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوا فُرُوجَهُمْ ذَلِكَ أَزْكَىٰ لَهُمْ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا يَصْنَعُونَ﴾، وَقُلْ لِلْمُؤْمِنَاتِ يَعْضُضْنَ مِنْ أَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوجَهُنَّ وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ... ﴿۳۰﴾ (سورہ النور: ۳۰-۳۱)

اے محمد! ایمان والوں سے کہہ دیجئے کہ وہ اپنی نگاہوں کو نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں، اس میں ان کے لیے خوب سہرائی ہے بیشک اللہ کو خبر ہے وہ جو کچھ کرتے ہیں اور ایمان والیوں سے کہہ دیجئے کہ وہ اپنی نگاہوں کو نیچی رکھیں اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں اور نہ دکھلائیں اپنی زینت اور سناگاہوں۔

دوسری جگہ فرمایا: ﴿يَسْأَلُ حَاسِنَةُ الْأَعْيُنِ، وَمَا تَخْفَى الضُّمُورُ﴾ یعنی اللہ تعالیٰ آنکھوں کی خیانت اور جودلوں میں چھپا ہوا ہے، جانتا ہے۔

اور حدیث شریف میں آیا ہے: "النظر سهم من سهام ابلیس مسموم من صرفها مخافتی ابدلتہ ایماناً یجد حلاوتہ فی قلبہ" (ابن کثیر)

نظر شیطان کے تیروں میں سے ایک زہر بنا تیر ہے، جو شخص باوجود دل کے تقاضے کے اپنی نظر کو پھیر لے تو میں اسکے بدلہ اس کو ایسا پتہ ایمان دوں گا جس کی لذت وہ اپنے قلب میں محسوس کرے گا۔ ترمذی شریف میں یہ حدیث منقول ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ایک مرتبہ فرمایا: "اے علی اگر کسی نا محرم پر تمہاری نظر پڑ جائے تو دوبارہ نظر نہ کرو، تمہارے لیے پہلی نظر جو بلا ارادہ اور اچانک پڑ گئی وہ تو جائز ہے یعنی اس پر مواخذہ اور گناہ نہ ہوگا، اور دوسری نظر جائز نہیں یعنی پہلی نظر تو معاف ہے اور دوسری نظر معاف نہیں۔

کیونکہ فتنہ شہوت کا سب سے پہلا سبب اور مقدمہ نگاہ ڈالنا اور دیکھنا ہے، اور آخری نتیجہ زنا ہے، ان کو قرآن و حدیث میں صراحتاً ذکر کر کے حرام کر دیا گیا۔

اس کا حق یہ بھی ہے کہ بندہ اپنی آنکھوں کو احکام الہی کی ادائیگی اور فرمان نبوی کی اطاعت میں صرف کرے، یعنی قرآن و حدیث کے پڑھنے و پڑھانے ان کی تعلیمات کے فروغ دینے اور اللہ کے راستہ میں جہاد کرنے میں لگائے رہے اور شیئت الہی میں اپنے آنسوؤں کو بہائے۔

ارشاد نبوی ہے: "لیس شئى أحب الی اللہ من قطرتین قطرة دموع من حبسۃ اللہ وقطرة دم تہراق فی سبیل اللہ واما الأثران فاثرو فی سبیل اللہ واثرو فی فریضۃ من فرائض اللہ" (ترمذی)

اللہ تعالیٰ کو دو قطرے اور دو نشانوں سے زیادہ کوئی چیز محبوب نہیں، ایک خشیت الہی میں گرنے والے آنسو کا قطرہ اور دوسرا اللہ کی راہ میں بہنے والے خون کا قطرہ، دو نشان یہ ہیں ایک اللہ کی راہ (جہاد) میں پہنچنے والے زخم کا نشان، اور دوسرا کسی فریضہ خداوندی کو ادا کرنے کا نشان۔

حضرت معاویہ بن حنیفہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تین آدمی کی آنکھیں جہنم کو نہیں دیکھیں گی، ایک وہ جس کی آنکھ راہ خدا میں بہرہ داری کرے، دوسرا وہ جس کی آنکھ خوف خدا سے روئے، تیسرا وہ جس کی آنکھ پر ہمیز کرتی ہو ایسی چیزوں کو دیکھنے سے جن کو دیکھنا اللہ نے حرام قرار دیا ہے۔

ایک اور حدیث میں حضرت عبادہ بن صامت سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم مجھ کو اپنی چھ چیزوں کی ضمانت دو تو میں تمہارے لیے جنت کی ضمانت دیتا ہوں (۱) جب بولو تو سچ بولو (۲) جب تم وعدہ کرو تو پورا کرو (۳) جب تم امانت رکھو تو امانت ادا کرو (۴) اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کیا کرو (۵) اور نگاہوں کو نیچی رکھا کرو (۶) اور ایذا رسانی سے اپنے ہاتھوں کو محفوظ رکھو۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تو نظر کی حفاظت کے بارے میں یہاں تک احتیاط برتتے کا حکم فرمایا کہ عورت کے لیے نایاب مرد کو بھی دیکھنے سے منع فرما دیا ہے اور مرد کو کسی اجنبیہ پر ارادہ نظر ڈالنے سے روک دیا ہے

اور اس کو معصیت میں زنا کے برابر قرار دے گا اس سے بچنے کی تاکید فرمائی ہے۔

فرمایا: "ما العین النظر" (آنکھ کا زنا نظارہ ہارتی ہے) اس لیے تزکیہ نفس اور اصلاح حال کے لیے اس دعا کا اہتمام کرتے رہنا چاہئے تاکہ نظر کے گناہ سے بچتا آسان ہو سکے، اللھم طہر قلبی من النفاق و عملی من البریاء ولسانہ من الکذب و عینی من الخیائۃ فسانک تعلم حسانۃ الأعین و مہالک نفسی الصلور (مناجات مقبول)

اے اللہ میرے دل کو نفاق سے اور میرے عمل کو ریا سے اور میری زبان کو جھوٹ سے اور میری آنکھ کو خیانت سے پاک کر دے کیونکہ آنکھوں کی چوری (خیانت) اور جو کچھ دل چھپاتے ہیں بقوی جانتا ہے۔ آنکھ دروازہ دل ہے دل سے چرخ مٹھلی دل سے روشن ہے جہاں، ورنہ جہاں ہے بے آب چشم حق میں ہوتو ہے نافع دین و دنیا چشم بد میں ہوتو دارین کا خسران و عذاب

☆☆☆☆☆

أوجز المسالك (شرح موطا امام مالک)

حدیث شریف کے شائقین اور تعمیر حیات کے قارئین کو اس اطلاع سے یقیناً بڑی مسرت ہوگی کہ اوجز المسالك کے بیروت ایڈیشن کے بعد اس کی باسانی حصول یابی کے لیے ہندوستان سے بھی نہایت اہتمام سے طباعت ہو چکی ہے جس کی قیمت ۳۵۰۰ روپے ہے، اس کے حصول کے لیے مندرجہ پتوں پر رابطہ کیا جاسکتا ہے:

مرکز الشیخ ابی الحسن الندوی

جامعہ اسلامیہ مظفر پور، اعظم گڑھ (یوپی) موبائل: 9450876465

☆ مکتبہ ندویہ، ندوۃ العلماء، لکھنؤ ☆ کتب خانہ تعمیر، دیوبند سہارن پور

☆ مکتبہ مولانا سحوی سہارن پور

مولانا مختار احمد ندوی رحمہ اللہ

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی

گذشتہ کئی ماہ کے دوران ملی اور دینی کاموں کے میدان کی کئی اہم شخصیتوں سے امت مسلمہ محروم ہوئی اور خسارہ محسوس کیا گیا، امت کے اہل قلم حضرات نے ان کا تذکرہ بھی کیا اور ان کی خدمات کو سراہا، ان ہی شخصیتوں میں ایک ممتاز شخصیت مولانا مختار احمد ندوی صاحب کی بھی ہے جو ستمبر کی تاریخ میں ہم سب سے جدا ہوئے، مولانا ایک بڑے عالم دین اور ملت اسلامیہ کی ایک اہم اور کارآمد جماعت کے اہم رہنما تھے انہوں نے امت اسلامیہ کی عموماً اور اپنی جماعت کی خصوصاً رہنمائی اور خیر پسندی کی خدمت انجام دی اسی کے ساتھ انہوں نے امت کے عظیم اسلاف کے متعدد علمی کارناموں کی تحقیق و اشاعت کا کام بھی انجام دیا اور خود بھی متعدد اہم تصنیفات طالبان علم دین کو عطا کیں، وہ جماعت اہل حدیث کے اہم رہبروں میں تھے، جماعت نے ان کے علم و عمل سے تقویت حاصل کی وہ اس کے ایک مدت تک صدر بھی رہے، انہوں نے مسلمانوں کے لیے خاص طور پر نئی نسل کے لیے کئی ادارے قائم کئے، منو میں اسپتال، مایگاؤں میں جامعہ محمدیہ، ہمیں میں ادارہ تصنیف و اشاعت اور کئی دیگر ادارے ان کی کوششوں سے قائم ہوئے اور وہ ان کی سرپرستی بھی کرتے رہے، ان کا ربط عسوی عرب اور خطیبی ممالک

مولانا بڑے اچھے خطیب بھی تھے، اور ملت کے مختلف اداروں کے رکن رکین بھی تھے، خاص طور پر آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ میں وہ نائب صدر بھی منتخب ہوئے اور تاحیات نائب صدر رہے وہ کئی سال سے بعض امراض کے اثر سے کمزور اور علیل چل رہے تھے علاج بھی ہو رہا تھا انہوں نے اپنی علالت و کمزوری میں بھی اپنی علمی و ملی مشغولیتیں جاری رکھی تھیں بالآخر وقت موعود آیا اور وہ ہم سب سے جدا ہو گئے۔

ادھر سال دوسراں کے اندر ہندوستان کی بڑی شخصیتوں میں سے کئی نے رحلت کی جس سے امت کو خسارہ ہوا ان میں جناب مولانا مختار احمد ندوی صاحب کا نام نامی بھی بڑی اہمیت رکھتا ہے۔

مولانا رحمۃ اللہ علیہ ہمہ جہت کام کرتے تھے، ان کی رحلت سے ان کاموں پر اثر پڑا جن کو وہ بخوبی انجام دے رہے تھے، اس طرح ان کی رحلت بھی امت کے لیے ایک خسارہ ہے اور وہ چونکہ ندوۃ العلماء کی تعلیم گاہ کے بھی طالب علم رہے تھے اس لیے ندوۃ العلماء میں بھی ان کا جدا ہونا سب کے لیے افسوس کا باعث رہا اور ان کے لیے تعزیتی نشست بھی منعقد ہوئی انشاء اللہ وانا الیہ راجعون

لله ما اعطى وله ما اخذ وكل شئى عنده لاجل مسمى۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ان کے نیک کاموں کا اضعافاً مضاعفہ صلہ عطا فرمائے اور لغزشوں کو معاف فرمائے، انہ نعم المولى ونعم النصير۔

☆☆☆☆☆

مولانا مختار احمد ندوی - ایک نظر میں

ترتیب..... ابوالمعظم ندوی

تاریخ و جانی پیدائش: ۱۹۳۰ء، منو، تاحہ بھجن
والد کا نام: حاجی ضمیر احمد

تعلیمی مراحل (۱): مدرسہ عالیہ عربیہ منو، دارالعلوم ندوۃ العلماء، مدرسہ فیض عام منو
تعلیمی مراحل (۲): منشی کمال، ادیب کمال، فاضل، علی گڑھ یونیورسٹی سے ڈپلومہ لائبریری سائنس

آپ کے اساتذہ: مولانا حکیم سلیمان (منو)، مولانا نذیر احمد رحمانی، مولانا عبدالصمد مبارکپوری، محدث جلیل مولانا شاہ حکیم عطا سلونی (استاذ حدیث دارالعلوم ندوۃ العلماء)، مولانا مفتی محمد سعید، استاذ فقہ دارالعلوم ندوۃ العلماء، مولانا محمد مصطفیٰ ندوی، استاذ دارالعلوم ندوۃ العلماء، مولانا عبداللہ شائق، بنارس، مولانا محمد احمد منو، مولانا ابوالقاسم سیف بناری۔

عملی زندگی کے میدان
میں (۱) ۱۹۵۲ء تا ۱۹۶۲ء جامع مسجد اہل حدیث کلکتہ میں امام و خطیب، کتابوں کا تجارتی مکتبہ قائم کیا۔
دوسرا مرحلہ: ۱۹۶۲ء سے ۲۰۰۰ء تک منو میں پورہ بمبئی کی جامع مسجد کے امام و خطیب۔

عملی زندگی کا تیسرا مرحلہ: ۱۹۷۰ء میں تحقیقی ادارہ الدار السلفیہ (بمبئی) کا قیام اب تک پچاس سے زائد عربی کتابیں تحقیق کے بعد شائع ہو چکی ہیں۔

دوسرے زائد درود و مطبوعات اس ادارہ سے شائع ہوئی ہیں

ذاتی تصنیفات کی تعداد (۱۷) سترہ

۱۹۷۵ء میں منو میں پورہ بمبئی میں سات منزلہ آزاد ہائی اسکول کی تعمیر
۱۹۹۰ء میں ماہنامہ رسالہ "البلاغ" جاری کیا
نئی نسل کی عصری اور دینی تعلیم کے لیے جن اداروں کو مولانا مختار احمد ندوی نے قائم کیا وہ حسب ذیل ہیں:

جامعہ محمدیہ منصورہ، مایگاؤں، جامعہ عائشہ صدیقہ، منصورہ، مایگاؤں، کلکتہ، قاضیہ الزہراء للبنات، منصورہ، مایگاؤں
جامعہ محمدیہ منصورہ، بنگلور، کرناٹک، کلکتہ، عائشہ صدیقہ، منصورہ، بنگلور، کرناٹک، مدرسہ محمدیہ ہمسلا، کوکن، مہاراشٹر، محمدیہ ٹیکنیکل انسٹی ٹیوٹ (I.T.I) بمبئی

عوامی ہاسٹل بدر محمد السائر کے نام سے مایگاؤں، محمدیہ جنرل ہاسٹل منو تاحہ بھجن
عوامی ویلفیئر ایسوسی ایشن ادارہ کے تحت معیاری اسکول چل رہے ہیں
ناگپور، اورنگ آباد، دھولید، آکولہ، جھانڈا، ہریانہ میں تعلیمی ادارے اور مکتبہ کا قیام
پورے ملک میں چار سو سے زائد مساجد کی تعمیر

عہدے اور مناصب: ۱۹۷۹ء تا ۱۹۸۹ء جمعیت اہل حدیث کے نائب امیر

۱۹۸۹ء تا ۱۹۹۰ء کارگزار امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث

۱۹۹۰ء تا ۱۹۹۹ء جماعت اہل حدیث کے امیر آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے نائب صدر

ہزار اہل عالم اسلامی مکتبہ کرمہ کے رکن

مولانا مختار احمد ندوی کی زندگی کا آخری دن

مولانا مختار احمد ندوی کی صاحبزادی قدسیہ نے اپنے والد ماجد کے آخری لمحات کا تذکرہ کرتے ہوئے بتایا کہ ابا کی زندگی کا آخری دن ۱۱ ایمان افروز اور قابل اطمینان تھا، حسن خاتمہ کی بہت ساری علامتیں دیکھی گئیں، حسب معمول فجر سے قبل اٹھ کر نفل پڑھا، پھر نماز فجر پڑھی، لیکن طبیعت میں ثقاہت اور ضعف محسوس کر رہے تھے، والدہ اور مجھ سے کہا کہ آج میرا آخری دن ہے، ابا کا معمول تھا کہ صبح میں اخبارات کا مطالعہ کرتے تھے، ادھر چند دنوں سے اخبارات کے باریک حروف کے مطالعے میں دقت کی وجہ سے والدہ صاحبہ یا گھر کا کوئی فرد اخبارات پڑھ کر بنا دیا کرتا تھا، حسب معمول اس کی تیاری ہوتی تو منع کر دیا کہ آج مجھے دنیا کی کوئی خبر نہ سناؤ، آج میرا آخری دن ہے، حدیث رسول موت المسلم من بعرق الحسین کے مصداق نہ صرف پیشانی بلکہ پورا بدن پسینے سے شرابور تھا، آپ کی بیانیہ بالکل بھیک چکی تھی، میں نے چاہا کہ بیانیہ بدل دی جائے ابا نے یہ کہہ کر منع کر دیا کہ نہ نکالو، اب تو یہ کاٹ کر ہی نکلے گی، ابا بستر پر لیٹے ہوئے ہیں، پورے ہوش و حواس میں ہیں، والدہ اور مجھ سے پوچھ رہے ہیں کہ میرا چہرہ قبلہ رخ ہے نا؟ پھر اپنے سب بچوں اور بہوؤں کو بلوا کر بیجا چٹا چٹا جو بھی موجود تھے وہ سب آئے، سب کو نصیحتیں دیتے تھے، سب سے معافی مانگی اور پھر سب سے یہ بھی کہا کہ میں نے بھی سب کو معاف کر دیا ہے، میرا سینہ سب کے لیے صاف ہے، پھر اپنی چھوٹی بہو حسنی ارشد سے کہا کہ ابا کی کمزوری بڑھتی چلی جا رہی ہے، آپ بس مشورے کے بعد ہسپتال لے جانا طے ہوا، اس کی اطلاع ابا کو ہوئی فرمایا کہ آج مجھے ہسپتال نہ لے جانا آج تو میرا چل چلاؤ ہے۔ (بقیہ صفحہ ۲۷ پر)

فتوحات ندویہ

شمس الحق ندوی

یہ دارالعلوم ندوۃ العلماء کے ممتاز پروفیسر و سنی احمد صدیقی کی مختلف گرنتھوں پر تبصروں، مقدمات اور بزرگ و جنت نشینوں کے تذکروں کا حسین اور بہت حسین رنگ و رنگ بھولوں کا بڑا دلکش اور مہکتا ہوا گلہ ہے۔

پروفیسر کا لفظ ذہن میں آتے ہی یونورسٹیوں اور کالجوں کا خاص ماحول ذہن میں گروش کرنے لگتا ہے کہ ہر جگہ کا اپنا الگ امتیاز اور ماحول یہ انسانی مزاج و فطرت کا خاصہ ہے۔

مگر ہمارے پروفیسر صاحب شاہجہاں پور کے جی ایف پوسٹ گریجویٹ کالج کے پرنسپل رہنے کے باوجود اپنی الگ وضع قطع، دینی غیرت و محبت، طہارت و ادبیت، بزرگ شخصیات سے عقیدت و محبت کا مغز و اور ڈالا رنگ روپ رکھتے ہیں، جدید تعلیم کے باوجود علم و ادب کا بہترین سنگم ہیں، برہنہ اردو، فارسی اشعار، حکایات و قصص اور لطائف و ظرائف ان کی نوک زبان پر ہوتے ہیں، اور ان سب چیزوں کو جو چیز زینت بخشی ہے وہ ان کا حسن اخلاق اور تواضع و ناکساری اور اپنے معاصرین کی قدر دانی اور چھوٹوں کی ولداری ہے۔

پروفیسر صاحب کو ان سب خصوصیات کا حامل بنانے میں کچھ خاص قسم کے عوامل اور بلند کردار پیر بزرگوں کے نقوش و اثرات کا زفر ما ہیں۔

پروفیسر صاحب کے پیر بزرگوں ماسٹر عبدالسیح صاحب صدیقی اپنی صدیقی سنات و خصوصیات کے ساتھ دارالعلوم ندوۃ العلماء میں انگریزی کے بہت

اسی سے منسلک رہے بلکہ اخیر میں جب صاحبزادگان ندوہ ہی کے علمی و روحانی ماحول میں رہ کر جدید تعلیم حاصل کر کے اچھی اچھی پوسٹوں پر پہنچ گئے تو دارالعلوم سے تنخواہ لیتا بھی بند کر دیا اسی کی برکت ہے کہ ان کے فرزند ارجمند پروفیسر وحسی احمد صدیقی صاحب بھی رضا کارانہ طور پر پورے خلوص اور انتظامیہ کے ساتھ نہایت خلصانہ تعاون کے ساتھ ندوہ کی خدمت میں مصروف ہیں۔

پروفیسر صاحب کی تعلیم اگرچہ جدید ہے لیکن پلے بڑھے اور پر دان چڑھے ندوہ کے ماحول میں، زمانہ بھی وہ علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ کا تھا، لہذا پروفیسر صاحب نے اپنی جدید تعلیم کے ساتھ طلبہ کی انجمن کے دارالکتب اور ندوۃ العلماء کے مرکزی کتب خانہ سے بھر پور فائدہ اٹھایا، ایسا کہ شاید ندوہ میں پڑھنے والوں میں سے بہتوں نے ایسا فائدہ نہ اٹھایا ہو گا اسی وجہ سے وہ ذہنی و فکری اعتبار سے بہت سے ندویوں سے فائق ہیں اور والد صاحب کی طرح سے وہ انگریزی، اردو، فارسی تینوں زبانوں میں نہ صرف واقف بلکہ ان تینوں زبانوں کی خصوصیت کے ساتھ ادبیات کا مطالعہ بڑا اچھا ہے جس کا اندازہ قاری کو فتوحات ندویہ کے مطالعہ سے بخوبی ہو جائے گا۔

ایسا بہت ہوتا ہے کہ بزرگوں کی دلوانا ادا نہیں اپنے بہت سے دیگر اثرات کے ساتھ ساکن کو متحرک کر دیتی ہیں، پروفیسر صاحب اگرچہ شاہجہاں پور کے جی ایف پوسٹ گریجویٹ کالج کے پرنسپل تھے لیکن ندوہ جو صحیح معنوں میں ان کا وہ مادر علمی تھا جہاں انہوں نے علمی زندگی کا بڑا حصہ گزارا، اس کے بزرگوں سے ان کا دلہانہ تعلق قائم رہا یہی وجہ تھی کہ حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے پہلے ان کو رکن شوریٰ بنایا پھر اپنے وقت پر اس کے معتد مالیات بھی بن گئے، پروفیسر صاحب رہے شاہجہاں پور، مگر انہیں کے الفاظ میں "ندوہ کا نیلا

آسمان، ہنستی ہوئی صبح، سرسئی شام، مسجد کے منارے خیالات پر چھائے ہوئے تھے" پروفیسر صاحب نے جب ریٹائرمنٹ کی مدت سے کچھ پہلے ہی ندوہ ہی کی مسجد کے زیر سایہ اپنے پیر بزرگوں کی رہائش گاہ پر طرح اقامت ڈال دی تو حضرت مفکر اسلام کی نظر اپنے استاذ زادہ پر پوری شفقت و محبت کے ساتھ قائم رہی اور پروفیسر صاحب کی بھی عقیدت و محبت میں اضافہ ہوتا گیا۔

پروفیسر صاحب کے ریٹائرمنٹ کی وجہ انہیں کی زبان میں قلمی نقوش کی صورت میں پڑھنے تو لطف آئے گا لکھتے ہیں "دن و رات ایک معمول سے گزر رہے تھے کہ ایک دن خیال آیا کہ زندگی کی شام تو آگئی اب اپنے آشیانے چلو وقت سے تین برس پہلے ریٹائرمنٹ لیا اور گھر آگئے"

پروفیسر صاحب کے دل میں جب حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی بے پایاں شفقت و محبت گدگدی لینے لگی تو انہوں نے بقول خود "حضرت مولانا کی کتاب "شرق اوسط کی ڈائری" وہ کتاب ہے جس سے میری تمبرہ نگاری کی ابتدا ہوئی" اس تمبرہ میں پروفیسر صاحب کی مصر کے چوٹی کے علماء، ادبا اور مفکرین سے روحانی ملاقاتیں ہوئیں۔ ستاروں کے اس جھرمٹ میں پروفیسر صاحب کا مدد و مدد چوڑھویں کا چاند نظر آیا۔

تمبرہ حضرت مولانا کی نظروں سے گزرا، کچھ تحسین کے الفاظ فرمائے اور قدر و محبت کی نگاہوں سے پروفیسر صاحب کے قلم میں حرکت پیدا کر دی، خود تحریر فرماتے ہیں:

"ایسے شخص کو اپنی توجہ سے نہال کر دینا، ایسا سرفراز کرنا کہ اپنی کتابوں کی تلخیص اور تمبرہ لکھنے کی اجازت دیں حضرت کی بے مثال کرم گشتی تھی" پروفیسر صاحب کا قلم گہر بار حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی کئی کتابوں خصوصاً تاریخ دعوت و عزیمت، المرتضیٰ، شرق اوسط کی ڈائری کے ضمن میں انسانی دنیا پر مسلمانوں

کے عروج و زوال کا اثر، کاروان مدینہ، مقدمہ گل رعنا پر ایسا پرکشش اور کتابوں کی روح جیش کر دینے والا تمبرہ کیا کہ ان تمبروں کو دہلی یونیورسٹی کے سیمینار میں گر انقدرا یوار ڈیلا۔

حضرت مولانا کی ہر کتاب میں وہ حضرت کے ادبی ذوق اور بلند نگاہی کی بڑی حسین تصویر پیش کرتے ہیں، لکھتے ہیں "ادب وہ چاہے ہندوستان میں لکھا گیا ہو چاہے ترکی میں، چاہے عالم عرب میں، حضرت مولانا کا ذوق شکست کو قبول نہیں کرتا، شکست خوردہ سے حضرت مولانا کی مراد وہ ادب ہے جس میں کمزوری اور شرمندگی ہو، جو صرف دفاع پر مبنی ہو، اور جس میں جرأت و ہمت پر سکون و سلامتی کو اور فتح و ظفر کے مقابلہ میں اپنی جان کی خیر منانے کو ترجیح دی ہو۔"

حضرت کی مایہ ناز علمی، اصلاحی، حالات حاضرہ کی آئینہ نمائی والی کتابوں پر تمبرہ کرتے ہوئے جب گل رعنا کے مقدمہ کا تذکرہ کرتے ہیں تو بڑے دلہانہ انداز میں لکھتے ہیں:

"پھر حضرت مولانا کو کب وقت ملا کہ وہ اردو شاعری کی تاریخ اور تنقید کا مطالعہ کریں اور وہ کتابیں جو اس تاریخ سے متعلق تھیں، نکات اشعار، گلشن بے خار وغیرہ پڑھیں، حضرت کے پاس کب فرصت تھی، اس بات کو لکھنے کی وجہ صرف اپنی حیرت کا اظہار ہے اور میرا یہ فیصلہ کہ گو حضرت مولانا نے استاذوں سے پڑھا مگر وہ اصل میں تلمیذ الرحمن تھے ع

آتے ہیں غیب سے یہ مضامین خیال میں کا مصرعہ غالب نے انہیں کے لیے لکھا ہوگا۔

پروفیسر صاحب اپنے اچھوتے اور ایللیے انداز میں تاریخ دعوت و عزیمت پر تمبرہ کرتے ہوئے جب تیسری جلد پر پہنچتے ہیں تو مشائخ چشتیہ کے بیان میں کیا حسین تعبیرات استعمال فرمائیں، لکھتے ہیں "مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ جیسے میں ایک عظیم الشان بلند وبال

سرب فلک پہاڑ کی چوٹی سے ایک ایسی خشک وادی میں داخل ہو گیا ہوں جہاں ہر طرف سبزہ ہے، کھٹے سایہ دار درخت ہیں، شفاف پانی کی نہریں بہ رہی ہیں اور ایسا لگتا ہے جیسے گناہ گار پر اللہ کی رحمت کا نزول ہو رہا ہے۔"

حضرت مولانا کی کتابوں پر پروفیسر صاحب کے تبصرے ایک مطالعہ کے عنوان سے جو تمبرہ سے بڑھ کر قدر شناسی اور صحیح توصیف کے جذبات سے لکھے گئے تھے، جب شائع ہوئے تو ان تمبروں کی مقبولیت نے ایک سلسلہ طوائف کی صورت اختیار کر لی اور بہت سی کتابوں پر تبصرے شائع ہوئے لیکن قدر شناسی کے جذبات میں صحیح تصویر کشی کے ساتھ اسی طرح سے متعدد کتابوں پر مقدمے بھی اپنی الگ شان کے حامل ہیں۔

مخدومی، مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی صاحب ناظم ندوۃ العلماء کی کتاب غبار کاروان پر مقدمہ لکھتے ہوئے ان کے اسلوب بیان کی کسی نئی تصویر کھینچتے ہیں، اس کا ذیل کے اقتباس سے اندازہ لگائیے "مولانا پُر جوش عبارت اور استعاروں کے استعمال سے پرہیز کرتے ہیں، بالکل سادہ عبارت لکھتے ہیں جسے شاعری کی زبان میں ہل متعجب کہیں گے، نفس مضمون اتنا سنجیدہ اور علمی، اور بیان اتنا سادہ اور پرکار، یہ یہ لکھنے والے کے بس کی بات نہیں، میر کا شعر ان مضامین پر پوری طرح صادق آتا ہے۔

شعر میرے ہیں گو خواص پسند پر مجھے گفتگو عوام سے ہے اس شعر میں پروفیسر صاحب نے وہ سب کچھ لکھ دیا جو مولانا دامت برکاتہم کی تحریر و تقریر کے بارے میں بہتر سے بہتر کہا جاسکتا ہے، پروفیسر صاحب اپنے ہر مضمون میں خواہ وہ تمبرہ ہو کہ مقدمہ یا جنت نشینوں کا ذکر ایسے برہنہ اور کتاب و شخصیت کی روح جیش کر دینے والے اشعار لکھتے ہیں جن سے ایسا لگتا ہے کہ ان کے سامنے ہر موقع و مناسبت کے اشعار کی بوٹھ میں سامنے

WALIULLAH JEWELLERS

All Kinds of Gold, Silver & Diamond Jewellery

Mobile: 9415090544 Shop: 2627446 Res: 2254796

پروپر انٹر: ولی اللہ

ولی اللہ جوائیلریس

Jutey wali Gali, Aminabad, Lucknow

Mobile: 9415750289 Shop: 0522-2617956

حرمین بلیک ڈیزائن

محکمہ برائے کھس کے سپر انٹائیٹ
انٹیل ایواے ای۔ کوئی آبل اوکوئی برائے کھس کے سپر انٹائیٹ
حرمین بلیک ڈیزائن
پرفیو مس انٹیل ڈیزائن
شہر لکھنؤ U.A.E کے مختلف عطریات سے معطر

دکان نمبر 1/6 مسجد مرکز، ڈاکٹر بی۔ این۔ اور ماروڈ، امین آباد لکھنؤ

Magbool Mian Jewellers

مقبول میاں جوائیلریس

Jutey Wali Gali, Aminabad Lucknow.
Mob: 9415001207-9335726377

Contact:
Mr. M. Afaq : 9319035067
Mr. M. Imran : 9415757256
Mr. Zeeshan : 9336725156

ریڈی میڈ مردانہ ملبوسات کا قابل اعتماد مرکز

Phone: (S) 2616946
(R) 2627443

اعلیٰ کوالٹی، جدید ترین فیشن کے ساتھ

Shirts, Trousers, Coats, Embroidered, Sherwanis,
Pulowers, Jackets, Kurta-Suits, Night Suits, Gown & Ties.

شادی بیاہ، تیوہار اور تقریبات کے لئے شاندار ذخیرہ، تشریف لائیں

menmark®

Ultimate Men's Clothing

MFG, Wholesale, Export & Retail

58, Halwasia Market, Hazratganj, Lucknow. -226001

ممبئی کے قارئین کی خدمت میں



ممبئی کے قارئین "تعمیر حیات" سے گزارش ہے کہ
"تعمیر حیات" کے سلسلہ میں رقم جمع کرنے یا خریدار
بننے کے سلسلہ میں ذیل کے پتہ پر رابطہ قائم کریں،
وہاں ان کو رقم جمع کرنے کی رسید مل جائے گی۔

ALAUDDIN TEA

44, Haji Building S. V. Patel Road
Null Bazar, Mumbai-400003

Ph: 23460220-23468708 Tele: Add Cupkettle

CAFE FIRDOS

Partly Air Conditioned

MOGHALAI & CHINESE FOOD

Tel : 23424781-23459921

145, Sarang Street, Crawford Market, Mumbai-400003

نام کتاب: کچھ ہندی کتابیں:

مؤلف: مولانا محمد عرفان ندوی فاروقی

ناشر: احسان پبلیکیشنز، حرمین بلیک ڈیزائن، امین آباد لکھنؤ

یہ پانچ کتابیں ہیں، ایک تو رحمت عالم از علامہ سید

سلیمان ندوی کا ترجمہ ہے، باقی خالقے اربعہ حضرت

ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی کی سیرت پر

الگ الگ کتاب خود مترجم مولانا عرفان ندوی کے قلم سے

ہیں اور ہر ایک کی قیمت ۲۶ روپے ہے۔

☆☆☆☆☆

(بقیہ صفحہ ۲۷ پر)

آج کا دن میرے رب سے ملاقات کا دن

ہے، بہر حال بچے آپ کو سمجھا کر جب ہسپتال لے

جانے لگا تو فرمایا کہ مجھے وضو کرنے دو، ہم نے کہا کہ

ابا ابھی تو آپ نے نماز ظہر پڑھی ہے، فرمایا مجھے وضو

بنانے دو، چنانچہ آپ نے وضو بنایا، اور تین گھنٹے آب

زمزم نوش فرما کر گھر سے ہسپتال کے لیے رخصت

ہو گئے، مسلمانوں کا ہسپتال جہاں مسلمان ڈاکٹروں

نے معائنہ کے بعد بتایا کہ نبض بہت ہی کمزور ہو گئی ہے،

چنانچہ Intensive Care Unit میں داخل

کر دیا گیا، ابا ہسپتال میں بھی ہوش میں رہ کر دعائیں

پڑھ رہے ہیں اپنے رب کو یاد کر رہے ہیں، اسی حالت

اور کیفیت میں اپنے حقیقی رفیقِ اعلیٰ سے جا ملے ہیں،

اوپر اتوار کا سورج غروب ہوا اور ابا کی زندگی کا سورج

بھی، انا اللہ وانا الیہ راجعون.....

دوسرے دن پیر کی نماز ظہر کے بعد ہزاروں

سوگواروں کی موجودگی میں آپ کے سوجھی حضرت

مولانا حافظ سلیمان میرٹھی صاحب حفظ اللہ نے آپ کی

نماز جنازہ پڑھائی، بمبئی کے اخبارات نے لکھا ہے کہ

شہر بمبئی نے اتنا بڑا جنازہ کسی اور کا نہیں دیکھا۔

مولانا کے پسماندگان میں اہلیہ کے علاوہ تین

بیٹے اور پانچ بیٹیاں ہیں۔

(ماہنامہ مسرتا، مستقیم برصغیر، ماہنامہ البلاغ بمبئی سے ماخوذ)

مظاہر علوم سہارن پور

مرتب: مولانا مفتی محمد زید مظاہری ندوی

ناشر: افادات اشرفیہ دو بک، ہر روٹی روڈ، لکھنؤ

محدث طویل حضرت مولانا محمد یونس صاحب مدظلہم

کے فنِ حدیث سے متعلق چند اہم علمی خطوط کے جوابات کا

مجموعہ ہے جسے ان کے شاگرد جناب مولانا مفتی محمد زید

ندوی نے ترتیب دے کر عام افادہ کے لائق بنایا، فجزا

اللہ تعالیٰ عید الحزاء قیمت ۶۰ روپے ہے اس میں

کتب حدیث کے مقام، منکرین حدیث کے اعتراضات

کے جوابات، الفاظ جرح و تعدیل کے مراتب و احکام

اور فضائل اعمال میں ضعیف روایتوں کے حکم، عقائد

و احکام کی روایتوں میں شدت سے متعلق تفسیہ بخش باتیں

میں گی۔

☆☆☆

نام کتاب: نقوش ابرار

مرتب: مولانا مفتی محمد زید ندوی مظاہری

ناشر: کتب خانہ نعیمیہ، یو۔ این۔ سہارن پور

نبی اللہ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق حق رحمتہ اللہ

علیہ کو اللہ نے جو برجیت، مقبولیت و محبوبیت عطا کی وہ کم

لوگوں کے حصہ میں آئی ہے، وہ یقینی طور پر اپنے شیخِ کلیم

الامت قحانوی کا عکس جہل تھے مولانا مفتی محمد زید صاحب

نے نقوش ابرار تصنیف کر کے ان کے نقوش کو تازہ کیا ہے،

اپنے ذاتی مشاہدات و تجربات کی روشنی میں مصنف نے

ان کے سوانحی نقوش پیش کئے ہیں، اسلوں کے روایتیں

بہت کم ہیں، بلا واسطہ باتیں زیادہ ہیں، مصنف کا صاحب

سوانح سے گہرا ربط و تعلق تھے اور وہ انہی کا ایماء پا کر

دارالعلوم ندوۃ العلماء میں بحیثیت استاد کے وابستہ

ہوئے، کتاب کے اندرونی ناٹھیل پر حصہ اول لکھ

دیا گیا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ مصنف اس کے اور بھی

حصے منظر عام پر لائیں گے، اور اپنے مشاہدات و تجربات

سے مزید آگاہ کریں گے۔ صفحات ۳۰۳ ہیں۔ قیمت

۱۲۰ روپے ہے

☆☆☆

نام کتاب: لغت العربیہ (۲)

مؤلف: عبدالملک قاضی ندوی

ناشر: مکتبۃ الروضۃ، پوسٹ بکس ۱، بھنگل، کراتک

بچوں کو عربی سکھانے کی جرب، مفید، مؤثر و دلچسپ

اور دلکش کتاب، قیمت ۲۰ روپے، بڑی ہی ادیب و زبیر اعلیٰ

طہارت اور تصاویر سے مزین، بچوں کی نفسیات کا پورا

خیال، مصنف مبارکباد کے مستحق ہیں، مگر ایک گزارش بھی

ہے کہ تصاویر میں ضرور کشش اور جاذبیت ہوتی ہے، لیکن

جاندار کی تصویر کی اسلام اجازت نہیں دیتا اس سے گریز

لازمی ہے، حتی الامکان بچے کی کوشش کی گئی ہے، مگر کہیں

کہیں داغ آئی کیا ہے۔

☆☆☆

تعلیق جماعت اور اس کی اہم شخصیات

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کی تحریروں کی روشنی میں

مرتب: مولانا سید محمد یوسف ندوی

ناشر: مکتبہ دعوت و ارشاد، اسد مارکیٹ، ابوالفضل انڈیا،

اوکھائی دہلی

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ

نے تعلیق جماعت کی اہم شخصیات کے متعلق جو کچھ اپنی

کتابوں و مضامین میں لکھا اور تعلیق کام اور مولانا محمد الیاس

صاحب کے مشن کے متعلق جو کچھ پر قلم کیا ہے اور وہ

مختلف جگہوں پر منتشر تھا، برادر محترم مولانا یوسف ندوی

نے یکجا کر کے کتاب کے طور پر اپنے ہی ادارہ سے شائع

کر دیا، حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی کے مقدمہ

سے اس کا اقتدار بڑھ جاتا ہے آخر میں مرتب نے امیران

حال حضرت مولانا زبیر الحسن صاحب کا نہ صلی اور حضرت

مولانا محمد سعد صاحب کا نہ صلی کے تعلق سے حضرت

مولانا علی میاں ندوی کے تعلق و اعتماد کو بھی بڑے مؤثر

انداز میں پیش کیا ہے، بارک اللہ فی حیاتہما، صفحات ۲۰۸

ہیں اور قیمت ۵۰ روپے۔

☆☆☆

نام کتاب: نوادر الحدیث

افادات حضرت مولانا محمد یونس جوہی شیح الحدیث

تعمیر حیات - ۱۰ نومبر ۲۰۰۰ء